ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

22

www.tanzeem.org

29 مئی تا 4 جون 2012ء / 8 تا 14 رجب المرجب 1433ھ

نفس کے خلاف جہاد

ہمارا دل ہمارے جسم کے اندر ہے اور اس جسم کے کچھ حیوانی تقاضے (Animal Instincts) ہیں۔ نفس امارہ بھی ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے۔ خواہشات بھی ہیں، شہوات بھی ہیں۔ اب جونہی ایمان دل میں داخل ہوا تو کشاکش شروع ہوگئی۔ ایمان کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات مانو۔ دوسری طرف نفس کہہ رہا ہے کہ نہیں بلکہ میری مانو، میری خواہشات و شہوات پوری کرو۔ چنانچہ اب یہ کشاکش اور رسہ کشی شروع ہوگئی ۔

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا میرے آگے!

یہی سب سے اہم، مرکزی اور بنیادی جہاد ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اندر ایمان تو داخل ہو لیکن اس طرح کی جنگ اور کشاکش شروع نہ ہو۔ یا پھر وہ ایمان، حقیقی ایمان نہیں بلکہ مجرد دعوائے ایمان ہے، بالفاظ دیگر ایمان کا خلا ہے۔ کیونکہ جونہی دل میں حقیقی ایمان آئے گا نفس امارہ، خواہشات اور شہوات کے خلاف جنگ شروع ہو جائے گی، ان کے ساتھ تصادم ہوگا۔ نتیجتاً یا ایمان کامیاب ہوگا یا پھر حیوانی داعیات (Animal Instincts)۔ یہ جہاد کی اوّلین منزل ہے۔ اسی لیے اس کو اصل جہاد کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ)) (مسند احمد)

”اور سچا مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا۔“

حقیقتِ ایمان
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

لفظ دین کا مفہوم

مشاہداتِ تجلیاتِ حق اور مشرکانہ عقائد کا بطلان

عالمی فسادی کون؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

نیٹو کی سپلائی اور حکومت کی پسپائی

”دفاعِ پاکستان! مگر کیسے؟

سورۃ ہود

(آیات: 96 تا 100)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ
قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ
مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

اور ہم نے موسیٰؑ کو اپنی نشانیاں اور دلیل روشن دے کر بھیجا۔ (یعنی) فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔ تو وہ فرعون ہی کے حکم پر چلے۔ اور فرعون کا حکم درست نہیں تھا۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے چلے گا اور ان کو دوزخ میں جا اتارے گا۔ اور جس مقام پر وہ اتارے جائیں گے وہ بُرا ہے۔ اور اس جہان میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) جو انعام ان کو ملا ہے بُرا ہے۔ یہ (پرانی) بستیوں کے تھوڑے سے حالات ہیں جو ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔

اب یہاں موسیٰ علیہ السلام کا تھوڑا سا ذکر آئے گا اور ہم نے بھیجا موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات کے ساتھ اور واضح سند دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف، لیکن ان بدبختوں نے فرعون ہی کی پیروی کی اور اسی کی بات پر چلے حالانکہ فرعون کا معاملہ کامیابی اور ہدایت والی راہ نہ تھا۔ اب قیامت کے دن وہ اپنی قوم کی قیادت کرتا ہوا آئے گا پیچھے پیچھے اس کی قوم ہو گی اور پھر وہ انہیں آگ کے گھاٹ پر اُتار دے گا۔ جہنم تک پہنچا دے گا اور وہ بہت ہی بُرا گھاٹ ہے جس پر اُترا جائے۔ جیسے جانور کسی گھاٹ پر پانی پینے کے لیے آتے ہیں، اُن کا سردار آگے آگے ہوتا ہے اور وہ پورے ریوڑ کو گھاٹ پر لے آتا ہے۔ اسی طرح فرعون اپنی قوم کو آگ کے گھاٹ پر لے آئے گا۔ اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے پیچھے لگا دی گئی ہے اور قیامت کے دن بھی۔ برا ہے وہ انعام جو اُن کو ملنے والا ہے۔ یہ ہیں ان بڑی بڑی بستیوں اور ملکوں کی اہم خبریں جو کہ ہم آپ کو سنا رہے ہیں۔ ان میں ایسی بھی ہیں کہ جو ابھی قائم ہیں، موجود ہیں اور ایسی بھی ہیں جو بالکل ختم ہو چکی ہیں۔ حصید کا لفظ کھیتی کے لیے آتا ہے جبکہ وہ کاٹ لی جائے۔ جب فصل کٹ جائے تو وہاں ویرانی ہو جاتی ہے۔ تو یہ قومیں جہاں آباد تھیں، بعض کے کچھ نشانات باقی ہیں اور بعض کے آثار بالکل ختم ہو چکے ہیں۔ جیسے قوم عاد کہ ان کا نام ونشان مٹ چکا ہے۔ اگر چہ اب Satellite کے ذریعے اُن کے شہر اور شداد کی جنت کے آثار معلوم کر لیے گئے ہیں مگر وہ زیر زمین ہیں۔ زمین کے اوپر اُن کا کوئی نشان نہیں مگر ثمود کے مساکن کے نشانات ابھی موجود ہیں۔ اور ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

تین باتوں کی نصیحت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلٰى خَطِيْئَتِكَ)) (رواہ احمد والترمذی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور عرض کیا' کہ حضرت (مجھے بتا دیجئے کہ) نجات حاصل کرنے کا گر کیا ہے؟ (اور نجات حاصل کرنے کے لئے مجھے کیا کیا کام کرنے چاہئیں؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھو (وہ بے جا نہ چلے) اور چاہئے کہ تمہارے گھر میں تمہارے لئے گنجائش ہو' اور اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور میں رویا کرو۔''

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر کے سوال پر نجات حاصل کرنے کا گر بتایا اور تین باتوں کی نصیحت کی اول زبان پر قابو رکھو۔ زبان کا غیر محتاط استعمال انسان کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے جبکہ حسن کلام کی تاثیر سے دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔ جس نے اپنی زبان پر قابو پا لیا' اُس نے بہت بڑا کام کیا۔ دوم یہ کہ بندہ فارغ وقت ادھر ادھر گھومنے کی بجائے اپنے گھر میں گزارے تاکہ اپنے بیوی بچوں میں رہ کر گھر کے کام کاج کرے یا عبادت کرے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی انکساری کے ساتھ رو رو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگے۔ جس کی خطائیں بخش دی گئیں وہ کامیاب ہوا۔ یہ کام نجات دلانے والے ہیں۔

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ | لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

29 مئی تا 4 جون 2012ء جلد 21
8 تا 14 رجب المرجب 1433ھ شمارہ 22

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا--------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اعمال کا دارو مدار نیت پر ہے۔ آپ اپنے اردگرد حالات کا جائزہ لیں یا ماضی میں جھانکیں تو معلوم ہوگا کہ بہت سے اچھے کام صرف اس لیے بار آور نہ ہو سکے بلکہ ضرر رساں ثابت ہوئے کہ وہ نیک نیتی سے سرانجام نہیں دیے گئے تھے۔ مثلاً کسی اچھے کام کی آڑ میں اصلاً کسی کو نقصان پہنچانا مقصود تھا یا اپنی ذات کو فائدہ پہنچانے کے لیے وقتی طور پر اس اچھائی کو بطور شیلٹر استعمال کیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں کسی اچھے اور مناسب کام کے لیے اگر آپ غلط اور غیر مناسب وقت کا انتخاب کرلیں گے تو بھی اچھے نتائج مرتب نہیں ہوں گے۔ ایک وقت میں ایک کام انتہائی مفید اور کارآمد ہوتا ہے جبکہ وہی کام کسی دوسرے وقت میں تکلیف دہ اور نقصان دہ ثابت ہوسکتا ہے۔

آج سے قریباً تیس سال پہلے تنظیم اسلامی کے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان کے چاروں صوبوں کی مزید تقسیم کی بات بڑے زوردار انداز میں اٹھائی تھی۔ انہوں نے بار بار اور جگہ جگہ یہ بات دہرائی کہ صوبوں کو آسمانی تقدس حاصل نہیں ہوتا' ان کی حد بندی وحی الٰہی سے نہیں ہوتی' یہ تقسیم درحقیقت عوام کو سہولیات فراہم کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ پاکستان میں اس انداز میں انتظامی بنیادوں پر مزید صوبے بنا دیے جائیں کہ عوام کو انصاف کے حصول کے لیے یا سرکاری دفاتر میں نجی امور کی انجام دہی کے لیے یا عوامی نمائندوں سے رابطہ کرنے کے لیے دور دراز علاقوں میں حکومتی مراکز کے چکر نہ کاٹنے پڑیں۔ اگرچہ اس زمانے میں بھی بعض علاقوں سے لوگوں کے تحفظات سامنے آئے تھے' لیکن اس حوالہ سے نہ بہت زیادہ حساسیت تھی نہ ہی ابھی سیاست دانوں نے اسے اقتدار کے کھیل کا حصہ بنایا تھا۔ صوبوں کی مزید تقسیم کی حمایت یا مخالفت میں عوامی سطح پر کوئی قابل ذکر جذباتیت کا مظاہرہ دیکھنے میں نہیں آ رہا تھا' لہٰذا یہ کام بڑے احسن طریقے سے زیادہ شور شرابے اور کسی بڑے ہنگامے کے بغیر سرانجام دیا جا سکتا تھا۔ آج لیڈر اور دانشور جیسے خطاب انتہائی ارزاں اور بدنام ہو گئے ہیں' وگرنہ دانشور کہلانے کا تو وہ شخص حق دار ہوتا ہے جو اتنی بصیرت اور فہم وفراست کا مالک ہو اور جس کی نگاہِ تیز حال اور مستقبل قریب ہی نہیں مستقبل بعید کے حوالہ سے بھی راہنمائی کرے اور لیڈر وہ ہوتا ہے جو عوام کے مفاد میں صحیح فیصلہ کرے۔ وہ صحیح سوچ اور دلیل کی بنیاد پر عوام کو اپنے پیچھے لگائے نہ کہ عوامی جذبات کو دیکھتے ہوئے اور ان کی ناراضگی کے خوف سے خود ان کے پیچھے لگ جائے۔ ان معیارات کے پس منظر میں ہم معاشرے کا جائزہ لیں تو ہمیں لیڈری اور دانشوری کے قحط کا سامنا ہے۔

ایم کیو ایم نے جب جنوبی پنجاب اور ہزارہ کو صوبہ بنانے کی بات کی تو عقل کا اندھا بھی سمجھ رہا تھا کہ اصل مقصد کیا ہے اور بات آخر کس طرف آئے گی' جو بہر حال مہاجر صوبہ کی وال چاکنگ سے واضح ہوگئی۔ سوال یہ ہے کہ نئے صوبے کا مطالبہ کوئی ناجائز مطالبہ تھا یا کوئی جرم تھا کہ یہ انداز اختیار کیا گیا؟ اس پر پاکستان پیپلز پارٹی اور ہمارے ملتانی وزیراعظم نے نہلے پر دہلا مارا۔ وزیراعظم یوسف رضا گیلانی جو گزشتہ چار سال میں کئی ریکارڈ قائم کر چکے ہیں' کرپشن کے میدان میں سنا ہے اپنے گرو صدر آصف علی زرداری کو مات دے گئے ہیں۔ تھوک کر چاٹنا ان کی سیاست کا مرکز ومحور ہے' وہ بیان پہلے دیتے ہیں اور سوچتے بعد میں ہیں۔ ہر اگلے دن اپنے گزشتہ روز کے بیان کی وضاحت اور بعض اوقات تردید کرنا ان کی اصل مصروفیت ہے۔ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ محض اپنے سیاسی مخالف کو ایک علاقے میں مات دینے کے لیے لسانی بنیاد پر سرائیکی صوبہ بنانے کا عزم ظاہر کر دیا اور جلد ہی اسے اپنے ایمان کا حصہ بنا لیا۔ یہ نہ سوچا کہ اگر لسانی بنیاد پر پنجاب میں ایک صوبہ بن گیا تو پاکستان کے دوسرے علاقوں میں اس مطالبے کو کیسے ناجائز یا ناقابل عمل قرار دو گے؟ جب سندھ کو تقسیم

کرنے کی بات اٹھی‘ جو پیپلز پارٹی کا گڑھ ہے‘ جہاں پیپلز پارٹی کے بانی نے جنم بھی لیا اور جہاں وہ دفن بھی ہیں تو پاکستان پیپلز پارٹی کے حریف نواز شریف کے دل میں سندھیوں کی محبت نے جوش مارا۔ فرماتے ہیں پنجاب تقسیم ہو جائے لیکن سندھ کو کسی قیمت پر تقسیم نہیں ہونے دوں گا۔ سندھیوں کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ سندھ کی تقسیم کا مطالبہ پاکستان پیپلز پارٹی کی اتحادی جماعت ایم کیو ایم کر رہی ہے‘ لہٰذا جو گڑھا پاکستان پیپلز پارٹی نے دوسروں کے لیے کھودا تھا اب اس میں وہ خود گرا چاہتی ہے۔ سندھ کی قوم پرست جماعتیں متحد ہو کر اور خم ٹھونک کر وفاقی اور سندھ حکومت کے خلاف صف آرا ہو گئی ہیں اور پنجاب کو تقسیم کر کے مسلم لیگ (ن) کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ خود پاکستان پیپلز پارٹی کے گلے پڑ گیا ہے۔ اب اگر وفاقی حکومت ایم کیو ایم کا اصل مطالبہ یعنی سابقہ بلدیاتی نظام کو بحال کرنے کو تسلیم کرتی ہے تو گویا اندرونِ سندھ سے اس کا جنازہ اٹھ جائے گا اور اگر نہیں تسلیم کرتی تو ایم کیو ایم اتحادی نہیں رہے گا۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن!

حقیقت یہ ہے کہ نئے صوبوں کی تشکیل یا محض بات اٹھانے کا جو وقت منتخب کیا گیا ہے وہ انتہائی غیر مناسب اور غلط تھا۔ ملک میں لوڈ شیڈنگ‘ مہنگائی‘ بیروزگاری‘ سیاسی عدم استحکام اور اداروں کے باہمی تصادم نے حکومت کو پہلے ہی کارنر کیا ہوا تھا۔ دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ اور امریکہ سے کشیدگی کی وجہ سے بیرونی امداد اور بیرونی سہارا بھی حکومت کو دستیاب نہیں رہا تھا۔ اس وقت اس مسئلے کو چھیڑ لینا جو وقت گزرنے کے ساتھ انتہائی حساس بن چکا تھا احمقانہ اچھل کود تھی جس کے نتائج اب حکومت کو بھگتنا ہوں گے۔ لوگ حیرت زدہ ہیں کہ پاکستان کو ہو کیا گیا ہے؟ مسلمان مسلمان کے خون کا پیاسا ہے‘ نہ قاتل جانتا ہے کہ اس نے کیوں قتل کیا ہے اور نہ مقتول کو معلوم ہو سکا کہ اس کے قتل کی وجہ کیا تھی؟ کیڑے مکوڑے بھی اس طرح نہیں مارے جاتے جیسے انسان مارے جا رہے ہیں۔ بم پھٹ رہے ہیں‘ بازار سنسان ہو رہے ہیں‘ تعلیمی ادارے ویران ہیں‘ والدین بچے فروخت کر کے پیٹ کے دوزخ کو بھر رہے ہیں۔ اندھیرے روشنیوں کو کھا رہے ہیں‘ عدالتیں وکیلوں سے پٹ رہی ہیں‘ شاگرد استادوں سے دست و گریبان ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسلام سے ہی دوری نہیں بلکہ انسانیت بھی دم توڑ رہی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حیران ہونے کی نہیں قانونِ قدرت کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو بیج کر گندم حاصل نہیں کی جا سکتی۔ بنیاد سے دور ہٹ کر زمین کی سطح پر تعمیر کی گئی عمارت آندھیوں اور طوفانوں کا کیا ہوا کے تیز جھونکوں کے سامنے بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

ہمارے معاشرے میں اشرافیہ بدمست ہو چکا ہے۔ اس کے پاس ایک ہی نعرہ ہے بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ لیکن عوام کو تو آنکھیں کھولنی چاہئیں‘ آسمان سے مسیحا نہیں اترے گا‘ انہیں اُس نظام کے لیے خود اُٹھ کھڑے ہونا ہوگا جس سے دنیا اور آخرت سنور سکتی ہے۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ جو عذاب ان پر قطار اندر قطار اتر رہے ہیں یہ دین سے انحراف کا نتیجہ ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول سے غداری کا نتیجہ ہے۔ اگر انہوں نے اپنے جسد‘ اپنے معاشرے اور اپنی ریاست کو دین حق کے تابع کر لیا تو دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔ رہا سوال اشرافیہ کا تو اسے بھی جان لینا چاہیے کہ سودخوری ان کے رگ و پے میں سرایت کی ہوئی ہے اور وہ عوام کا خون چوس رہے ہیں۔ اگر اسلامی نظام کا راستہ روکا گیا تو خونی انقلاب‘ جس کی طرف ہم قسط وار بڑھ رہے ہیں‘ پوری شدت سے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور قاعدہ و قانون کے باغی عوام سود سمیت یہ خون اگلوا لیں گے۔ پھر ان کا معاملہ بھی نہ ’’جائے رفتن نہ پائے ماندن‘‘ کا ہوگا۔

☆☆☆

بیابہ مجلس اسرار

لفظ دین کا مفہوم

آگے بڑھنے سے قبل لفظ دین کے مفہوم کو بھی اچھی طرح سمجھ لیا جائے جس کی تشریح ابتدائی گفتگو میں مؤخر کی گئی تھی۔ عربی میں دین کے لغوی معنی ہیں ’’بدلہ‘‘۔ ظاہر ہے کہ بدلہ کسی کام کے نتیجہ کے طور پر ملتا ہے۔ اچھے کام کا اچھا اور برے کام کا برا بدلہ — لہٰذا لفظ دین میں جزا و سزا کا مفہوم پیدا ہوا۔ اس مفہوم سے لفظ دین میں قانون اور ضابطہ کا تصور شامل ہوا‘ کیونکہ جزا اور سزا مستلزم ہے کسی قانون اور ضابطہ کو۔ اس تصور کے مقتضیات و لوازم کے طور پر اسی لفظ دین میں ایک مقنن اور مطاع کا مفہوم داخل ہوا۔ اب بدلہ‘ جزا و سزا‘ قانون و ضابطہ اور مقنن و مطاع کے تمام مفاہیم کو جمع کیجیے تو حاصل جمع ہوگا اطاعت۔ لہٰذا ان تمام مطالب و مفاہیم اور تصورات کے اجتماع سے قرآن مجید کی اصطلاح ’’دین‘‘ بنی -- دین کے معنی ہوئے ایک دستور‘ ایک پورا نظامِ حیات‘ ایک مکمل ضابطۂ زندگی جس میں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع‘ مقنن اور حاکم مطلق تسلیم کر کے اس کی جزاء کی امید اور سزا کے خوف سے اس کے عطا کردہ یا جاری و نافذ کردہ قانون اور ضابطہ کے مطابق اس ہستی یا ادارے کی کامل اطاعت کرنا۔

ان تمام مفاہیم کو قرآن مجید میں ان الفاظ مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے: ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ بلاشبہ اللہ کا پسند کردہ نظامِ حیات تو اسلام یعنی مکمل فرماں برداری ہے۔ یہاں دین اور اسلام کے فرق کو بھی سمجھ لیجیے۔ ’’الدِّین‘‘ کے معنی یہاں ہیں ’’نظامِ حیات و اطاعت‘‘ اور الاسلام کے معنی ہوں گے تابعداری اور فرمانبرداری کرتے ہوئے زندگی بسر کرنا۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

رویتِ جبرائیل علیہ السلام

مشاہداتِ تجلیاتِ حق اور مشرکانہ عقائد کا بطلان

سورۃ النجم کے پہلے رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 18 مئی 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[خطبۂ مسنونہ اور سورۂ نجم کے پہلے رکوع کی تلاوت آیات کے بعد فرمایا:]

سورۂ قٓ سے ہم نے سلسلہ وار سورتوں کا مطالعہ شروع کیا۔ یہ قرآن کی آخری منزل یا حزب ہے، جس کا آغاز سورۂ قٓ سے ہوتا ہے۔ جس طرح قرآن حکیم کی 30 پاروں میں ایک تقسیم ہے اسی طرح قرآن حکیم کی ایک تقسیم سات حصوں میں بھی ہے۔ پاروں کی تقسیم کا مقصد یہ ہے کہ روزانہ کا ایک پارہ انسان تلاوت کرے تو ایک مہینے میں قرآن مجید کی تلاوت مکمل ہو جاتی ہے۔ سات منزلوں یا احزاب کی حکمت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی تلاوت ایک ہفتے میں مکمل کی جا سکے۔

قرآن حکیم کی آخری یعنی ساتویں منزل میں زیادہ تر قرآن مجید کی چھوٹی سورتیں شامل ہیں جن میں بڑا حصہ مکی سورتوں کا ہے اور مدنیات بہت کم ہیں۔ اس حزب کی ابھی تک جو سورتیں ہم نے پڑھی ہیں سب کا آغاز قسموں سے ہو رہا ہے۔ سورۂ زاریات میں قسموں کی تعداد زیادہ تھی، سورۂ طور میں بھی کافی قسمیں ہیں، سورۂ قٓ میں ایک ہی قسم ہے۔ اور زیر مطالعہ سورۃ النجم میں بھی ایک قسم ہے، پہلی آیت ہے:

﴿وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ①﴾

''تارے کی قسم جب غائب ہونے لگے''۔

یہ قسم کھا کر فرمایا:

﴿مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ②﴾

''کہ تمہارے رفیق (محمد ﷺ) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں''۔

خطاب سردارانِ قریش سے ہے کہ تمہارے یہ ساتھی نہ تو بہکے ہیں اور نہ ہی انہوں نے کجروی اختیار کی ہے۔ یہ اصل میں جو آنحضور ﷺ کے اوپر جو مختلف القابات چسپاں کیے جاتے تھے کہ معاذ اللہ آپؐ مجنون ہیں، آپؐ شاعر ہیں، آپؐ کاہن ہیں۔ ان القابات کا تذکرہ اس سے پہلے سورۂ طور میں تفصیل سے آیا ہے جہاں منکرین کے ان القابات اور الزامات کی نفی کی گئی ہے۔ یہاں بھی قریش مکہ کے اس الزام کی نفی کی گئی ہے کہ تمہارے یہ ساتھی تمہیں اللہ کا پیغام سنا رہے ہیں جن کو تم الصادق اور الامین کہتے رہے ہو، یہ ہرگز بھٹکے ہوئے نہیں اور نہ ہی انہوں نے کجروی اختیار کی ہے۔ بھٹکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی دانست میں صحیح راستے کی تلاش میں ہو لیکن کسی غلط فہمی کی وجہ سے پٹڑی سے اُتر گیا ہو۔ جیسے سورۂ فاتحہ کے آخر میں ہے:

﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ⑥ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦﴾

ترجمہ: ''ان لوگوں کے راستے جن پر تو اپنا فضل وکرم کرتا رہا نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا، اور نہ گمراہوں کے''۔

بھٹکنا ہوتا ہے راستہ بھول جانا۔ اس میں انسان کی اپنے اندر کی شرارت اور سرکشی شامل نہیں ہوتی۔ چنانچہ ضالین کا لفظ جو سورۂ فاتحہ میں آیا ہے اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے نصاریٰ ہیں جنہوں نے رہبانیت اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ اللہ کا قرب ہمارا مقصدِ حیات ہے تو بہتر یہ ہے کہ خانقاہوں اور غاروں میں رہ کر اللہ سے لو لگائی جائے۔ نیت غلط نہیں تھی، لیکن صحیح راستے سے بھٹک گئے کیونکہ یہ راستہ نبیوں اور رسولوں کا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے۔ یہی لفظ یہاں استعمال ہوا ہے کہ تمہارے ساتھی محمد ﷺ نہ تو بھٹکے ہوئے ہیں اور نہ کسی سرکشی اور شرارت کی وجہ سے انہوں نے کوئی غلط رستہ اختیار کیا ہے۔ اور اس کی سب سے بڑی دلیل خود یہ قرآن ہے جو وہ بیان کر رہے ہیں۔ پھر ان کا اپنا اخلاق اور کردار ان کی صداقت کا گواہ ہے۔ ﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ④﴾ (القلم)۔ ترجمہ: ''اور تمہارے اخلاق بہت (عالی) ہیں''۔ یہ آپ کو مجنون کہتے ہیں ان کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیے۔ کیا مجنون شخص ایسا ہوتا ہے؟ کیا شاعر اور کاہن ایسے ہوتے ہیں؟ چنانچہ آگے فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ③﴾

''اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔''

ان کی زبان مبارک سے جو الفاظ نکلتے ہیں ان کی بنیاد نفسانیت یا خواہشِ نفس نہیں ہے بلکہ:

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ④﴾

''یہ (قرآن) تو اللہ کا حکم ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے۔''

جو کچھ آپؐ کے لسان مبارک سے نکل رہا ہے یہ اللہ کی جانب سے وحی ہے۔ ظاہر بات ہے آپؐ کے لسان مبارک سے جو الفاظ نکل رہے ہیں اس میں قرآن حکیم بھی ہے۔ آپؐ خود بتاتے تھے کہ یہ اللہ کی طرف سے وحی آئی ہے۔ لیکن اور بھی جو کچھ آپؐ فرماتے ہیں، دین کے حوالے سے راہنمائی دیتے ہیں، نیکی اور بدی کے حوالے سے جو آپؐ کی تعلیمات ہیں، قرآن کی تفسیر اور تشریح کے حوالے سے جو آپؐ نے فرمایا ہے یہ سب کچھ بھی منجانب اللہ ہے۔ اسی اعتبار سے جان لیجیے کہ قرآن مجید کو ہمارے علماء وحی متلو کہتے ہیں اور احادیث مبارکہ جو حضور ﷺ کے فرامین ہیں، ان کو وحی غیر متلو کہتے ہیں۔ وحی متلو کا مطلب ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ قرآن وہ وحی ہے جسے تلاوت کیا جاتا ہے اور وحی غیر متلو آنحضور ﷺ کے ارشادات و فرمودات بھی منجانب اللہ ہیں۔ لیکن ان کی قرآن کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی۔ ان ارشادات

سے رہنمائی لی جاتی ہے۔ یہ احادیث قرآن ہی کی تشریح ہیں۔ قرآن نے خود نبی اکرم ﷺ کے فرامین کا یہ مقام ومرتبہ معین کر دیا ہے۔ دورِ حاضر میں کچھ فتنہ پرور لوگوں کی ڈھٹائی کا یہ عالم ہے کہ وہ سنت وحدیث سے مستغنی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہی نہیں کہ سنت وحدیث بھی دین وشریعت کی بنیادیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ سب کچھ قرآن ہی میں ہے۔ حالانکہ یہی قرآن نبیؐ کے ذمے ڈیوٹی لگا رہا ہے کہ جو کچھ اس میں ہے اس کی تشریح آپؐ نے کرنی ہے۔ مثلاً قرآن نے کہہ دیا نماز پڑھو، نماز قائم کرو۔ اب نماز کیسے پڑھنی ہے اس کی ترتیب کیا ہے؟ اس کی تفاصیل کیا ہیں؟ قرآن میں تو کہیں بیان نہیں کی گئیں۔ اسی طرح پورے دین کا معاملہ ہے، سنت اور حدیث کو کاٹ دیں تو شریعت کے احکام کے لحاظ سے قرآن بڑا ہی مختصر سا حصہ رہ جائے گا اور پھر قرآن کے ہر حکم کو ہر شخص اپنے معانی پہنائے گا۔ اسی بنیاد پر روشن خیالی کے تصورات پیدا کر لیے گئے۔ رواداری کے لیے نام نہاد بنیادیں فراہم کر دی گئیں۔ ؎

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہانِ حرم بے توفیق

قرآن کے احکام کو من مانے مطالب پہنانے کے لیے انہیں ضرورت پڑتی ہے کہ سنت اور حدیث کی اہمیت کو گھٹایا جائے۔ حالانکہ خود قرآن کہتا ہے کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک سے نکل رہا ہے یہ اللہ کی طرف سے وحی ہے۔ وہ اس کا انکار کر رہے ہیں، یعنی جو مقام ومرتبہ حضور ﷺ کا خود قرآن نے معین کر دیا، یہ لوگ حضور ﷺ کو وہ مقام دینے کے لیے تیار ہی نہیں ہے، اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں۔ حقیقتاً معنوی اعتبار سے وہ قرآن کے منکر ہیں۔ آگے اسی حوالے سے بتایا جا رہا ہے کہ یہ وحی آپؐ تک ایک فرشتے کے ذریعے پہنچائی جا رہی ہے، یعنی یہ آپؐ کا اپنا کلام نہیں، بلکہ تمہارے مالک اور خالق نے انسانوں تک اپنی رہنمائی پہنچانے کے لیے نبی اکرم ﷺ کو ذریعہ بنایا ہے اور نبی اکرم ﷺ تک یہ وحی پہنچانے والا کون ہے:

﴿عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝۵﴾

''ان کو نہایت قوت والے نے سکھایا''۔

یہ پیغام جس فرشتے کے ذریعے پہنچایا جا رہا ہے وہ نہایت قوت والا ہے۔ یہ قوت اگرچہ اللہ کی عطا کردہ ہے لیکن کوئی انہیں مجبور نہیں کر سکتا کہ اس وحی میں یہ ردوبدل کر دیں۔ آگے اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے اس فرشتے کو دیکھا ہے، فرمایا:

﴿ذُوْ مِرَّةٍ ۭ فَاسْتَوٰى ۝۶﴾

''(یعنی جبرائیلؑ) طاقتور نے پھر وہ پورے نظر آئے''۔

یہاں اس واقعہ کا ذکر ہے جب نبی ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دیکھا۔ جسے عام آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ قرآن کی رُو سے آپؐ نے دو مرتبہ جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل شکل میں دیکھا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دوسرے فرشتوں میں بہت اونچا مقام ہے۔ وہ فرشتوں کے درمیان بہت قوت والے اور بااختیار ہیں اور اللہ کے نزدیک بھی ان کا بہت اونچا مقام ہے۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے:

﴿مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝۲۱﴾ (التکویر)۔

''سردار (اور) امانت دار''۔

فرشتے بھی ان کے احکام کے تابع ہیں اور اس پر نورٌ علیٰ نور کہ انتہائی امانت دار ہیں۔ جو کچھ پیغام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اس میں یہ کمی زیادتی نہیں کرتے ہیں۔ جیسے حضور ﷺ کا لقب الصادق اور الامین تھا، خود فرشتوں کے اندر جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امین کا لقب دیا ہے۔ یہ ابتدائی دور کا واقعہ ہے جب آپؐ پر وحی کا آغاز ہوا تھا۔ ایک دن اچانک اُفق پر آپؐ کی نگاہ پڑی تو بعض احادیث میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ وہی فرشتہ جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا تھا وہی اُفق مبین پر تھا۔ یہاں پر الفاظ یہ ہیں:

﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷﴾

''اور وہ (آسمان کے) اونچے کنارے میں تھے''۔

وہ اُفق اعلیٰ پر تھا اور اس کیفیت سے تھا کہ پورا اُفق اس سے بھر گیا۔ وہ اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے اور جس طرح چودھویں کا چاند اُفق اعلیٰ پر ہوتا ہے یا جب سورج نصف النہار پر ہوتا ہے تو سب سے زیادہ روشن اور چمکدار اس وقت ہوتا ہے، فرشتۂ جبرائیل علیہ السلام بھی اتنے واضح انداز میں اور مہتاب جیسی چمک کے ساتھ اُفق اعلیٰ پر موجود تھے کہ پورا اُفق ان سے بھر گیا تھا:

﴿ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝۹﴾

''پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ تو دو کمان کے فاصلے پر یا اس سے بھی کم''۔

ہمارے ہاں کہتے ہیں گز بھر کا فاصلہ، عرب لوگ چونکہ تیراندازی کے ماہر تھے، ان کے ہاں نزدیکی کے لیے محاورہ ''ایک کمان کا فاصلہ'' استعمال ہوتا ہے۔ اسی محاورے میں بتایا جا رہا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام اُفق پر بیٹھے تھے اور پھر اتنے قریب آ گئے کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ اس کی تشریح احادیث میں آئی ہے کہ وہ اپنی جگہ برقرار رہتے ہوئے اتنے نزدیک آئے ہیں کہ جس طرح بالکل لٹک کر کوئی سامنے آ جاتا ہے کچھ ایسا ہی معاملہ ہوا۔ پھر کیا ہوا:

﴿فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝۱۰﴾

''پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو بھیجا سو بھیجا''۔

روایات میں آتا ہے کہ یہ سورۂ مدثر کی ابتدائی سات آیات ہیں جن کی اس انداز سے وحی ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ وحی اس شان سے پہنچائی ہے تاکہ کوئی ابہام نہ رہے۔ اس آیت میں ایک شفقت کا سا انداز ہے کہ اس طرح اللہ نے اپنے بندے کو جو چاہا اپنا پیغام پہنچایا:

﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝۱۱﴾

''جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا''۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان کچھ دیکھتا ہے اور پھر آنکھیں ملتا ہے کہ میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں یہ حقیقت بھی ہے یا نہیں۔ لیکن آپؐ نے جو کچھ دیکھا پوری تسلی کے ساتھ دیکھا اور دل نے اس کی نفی نہیں کی بلکہ گواہی دی کہ یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ کی طرف سے وحی لے کر آئے ہیں۔ یہ ان لوگوں کو بتایا جا رہا ہے جو آپؐ کو کاہن اور مجنون کہتے تھے کہ کیا کوئی کاہن اور مجنون ایسے یقین سے بات کرتا ہے۔ اس کے ساتھ انہیں یہ تعارف کروایا جا رہا ہے کہ رسول ﷺ تک اللہ کا پیغام کس طریقے سے پہنچا ہے، لانے والا کون ہے اور خود نبی ﷺ سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی ہے۔ قرآن مجید یہ تفصیلات بیان کر کے ان سے پوچھ رہا ہے:

﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝۱۲﴾

''کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو''۔

تم ان سے اس معاملے میں جھگڑتے ہو جو چیز خود انہوں نے پورے یقین سے دیکھی ہے۔ تم کہتے ہو کہ انہیں یہ کلام کسی نے پڑھا دیا۔ تم کس قسم کی فضول بحث میں پڑے ہوئے ہو حالانکہ یہ تو ان کا ایسا مشاہدہ ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝۱۳﴾

''اور انہوں نے اس کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے''۔

یعنی حضور ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ملکوتی شکل میں ایک مرتبہ اور دیکھا۔ نوٹ کیجیے گا کہ عام طور پر جو وحی آتی تھی اس کے لیے قرآن کہتا ہے:

﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾﴾ (الشعرآء)

''اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اُترا ہے۔ (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا) کیا ہے تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو''۔

نزول وحی کا عمومی معاملہ اس طرح کا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوتے اور حضور ﷺ کو دیکھتے تھے کہ آپؐ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی ہے، وہ سمجھ جاتے تھے کہ اس وقت وحی کا نزول ہو رہا ہے لیکن نہ جبرائیل علیہ السلام کسی کو نظر آ رہے ہیں نہ کوئی الفاظ سُن رہا ہے۔ وہ کیفیت ختم ہوتی تھی تو آپؐ فرماتے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آئے تھے اور یہ وحی ہے آج مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ یہ مختصر بھی ہو سکتی تھی اور طویل بھی۔ اس کیفیت کو کہا جاتا ہے کہ وحی آپؐ کے قلب پر نازل ہوئی۔ یہاں نزول وحی کے دوسرے انداز کا ذکر ہے جب جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل شکل میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اس آیہ مبارکہ میں اس دوسرے مقام کا ذکر ہے جہاں آپؐ نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا، وہ کون سا مقام تھا:

﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾﴾

''پرلی حد کی بیری کے پاس''۔

مفسرین نے اس کو واقعہ معراج سے جوڑا ہے کہ معراج کی شب جب حضور ﷺ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ گئے تھے تو سدرۃ المنتہٰی پر جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل شکل میں نظر آئے۔ یہ مقام ایک بیری کا درخت ہے۔ مقام منتہٰی کے بارے میں بہت سی تفاصیل ہیں۔ میں صرف اشارہ کروں گا کہ بیری کے درخت کی اصل تعبیر کیا ہے؟ جیسے قرآن میں جنت کے بہت سے پھلوں کا ذکر ہے۔ اگرچہ ان کے نام وہی ہیں جو ہم جانتے ہیں، لیکن ان کی نوعیت اور کیفیت کیا ہو گی، اس کو اس دنیا میں رہتے ہوئے نہیں سمجھ سکتے۔ اسی طرح بیری کس نوعیت اور کیفیت کی ہے اس کو ہم نہیں جان سکتے، لیکن یہ وہ مقام ہے جہاں ایک عالم ختم ہوتا ہے۔ اس کے آگے دوسرا عالم شروع ہوتا ہے جہاں تک کسی فرشتے کی رسائی نہیں، جبرائیل علیہ السلام کی بھی نہیں۔ روایات میں ہے کہ بیری کے اسی درخت کی جڑیں چھٹے آسمان پر ہیں اور ساتویں پر اس کی شاخیں ہیں۔ مقام منتہٰی یعنی ایسا مقام جو آخری ہے۔ یہاں دو عالم جدا ہو رہے ہیں۔ اب وہ عالم کون سے ہیں؟ علماء نے کہا ایک عالم ناسوت ہے اور ایک عالم لاہوت ہے جو سات آسمانوں سے اوپر ہے۔ اگلی آیت میں اسی مقام کا ذکر ہے کہ وہاں آس پاس کیا ہے:

﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾﴾

''اسی کے پاس رہنے کی بہشت ہے''۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جنۃ الماویٰ اس کے بعد ہے یعنی جو اگلا مقام شروع ہوتا ہے وہ جنۃ الماویٰ کا ہے اور یہاں سے آگے نیچے والے فرشتے نہیں جا سکتے۔ واللہ اعلم۔ معراج کے سفر میں اس مقام کا تذکرہ ملتا ہے کہ حضور ﷺ منتہٰی تک پہنچے تھے اور وہاں پر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا۔ اس مقام سے آگے جبرائیل علیہ السلام نے جانے سے منع کر دیا، آپؐ آگے بڑھے تو بیری کا درخت دیکھا اس درخت پر کیا دیکھا اس کا ذکر ہے:

﴿اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾﴾

''جبکہ اس بیری پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا''۔

وہ اللہ تعالیٰ کے انوار اور تجلیات کے ایسے مظاہر تھے کہ جن کو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بہت سے الفاظ مفسرین نے لکھے ہیں۔ سنہری پروانے، انتہائی تابناک اور روشن لیکن اس منظر کو الفاظ میں بیان کیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ وہ اللہ کی تجلی کے مظاہر تھے، اسی لیے آگے الفاظ کیا ہیں:

﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾﴾

''ان کی آنکھ نہ تو اور طرف مائل ہوئی اور نہ (حد سے) آگے بڑھی''۔

اس مشاہدے کا تحمل کوئی عام آدمی نہیں کر سکتا جبکہ آپؐ نے یہ سب نظر بھر کر دیکھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ﴿رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ﴾ (ترجمہ:) ''اے رب مجھے (جلوہ) دکھا کہ میں تیرا دیدار (بھی) دیکھوں۔ (رب نے) فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے''۔ ﴿وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ﴾ (ترجمہ:) ''ہاں پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو اگر یہ اپنی جگہ قائم رہا تو تم مجھ کو دیکھ سکو گے''۔ ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ﴾ (الاعراف:143)۔ ''جب ان کا رب پہاڑ پر نمودار ہوا تو (تجلی انوار ربانی نے) اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہو کر گر پڑے''۔ مشاہدہ تجلی حق آسان نہیں، لیکن نبی اکرم ﷺ نے نظر بھر کر دیکھا۔ اس بیری کے درخت پر تجلیات کیا کیا تھیں؟ انوار کس کس انداز کے تھے؟ اس کی تفصیل نہیں آئی۔ بعض کے نزدیک خود ذات باری تعالیٰ کا مشاہدہ بھی ہوا۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے یہ ہے کہ آپؐ نے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی ذات کو نہیں دیکھا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کیا۔ چنانچہ اسی کا ذکر آگے آیا:

﴿لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾﴾

''انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کی کتنی ہی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔

آپؐ نے جو مشاہدہ کیا وہ نشانیاں ہیں، انوار ہیں یعنی ذات حق کا مشاہدہ نہیں ہوا۔ تاہم عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے کہ اللہ کی ذات کا بھی مشاہدہ ہوا۔ تاہم یہاں الفاظ یہ ہیں کہ آپؐ نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ کیا۔ اور اس ٹھہراؤ کے ساتھ، پورے تحمل کے ساتھ کہ پوری طرح نظر جما کے مشاہدہ کیا لیکن نظر حد ادب سے آگے بھی نہیں بڑھی۔ اس کیفیت کا ذکر کرتے ہوئے عام طور پر والد محترم اقبال کے اس شعر کا حوالہ دیتے تھے: ؎

عین وصال میں مجھے حوصلۂ نظر نہ تھا
گرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہِ بے ادب

یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا کہ نگاہ نے اپنی حدود سے تجاوز نہیں کیا۔

ان مشاہدات کا ذکر کر کے کفار سے پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تم نے اپنے جھوٹے معبودوں کو کبھی دیکھا ہے:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾﴾

''بھلا تم لوگوں نے لات اور عزیٰ کو دیکھا۔ اور تیسرے منات کو (کہ یہ بت کہیں معبود ہو سکتے ہیں؟)''۔

وہ رب، اس کی عظمتیں، اس کے انوار، اس کی نشانیاں اور وحی لانے والے جبرائیل علیہ السلام کیا پاکیزہ شخصیت ہیں۔ اور جن پر یہ وحی کی جا رہی ہے یعنی محمد ﷺ، وہ وہاں گئے ہیں جہاں جبرائیل علیہ السلام کے بھی پَر جلتے تھے۔ کیا تم نے غور کیا یہ لات، عزیٰ اور منات جن کی تم پوجا کرتے ہو کیا ایسے ہی باعزت ہیں۔ اگر تم خود کو عقلمند خیال کرتے ہو تو ذرا اپنی اس تقسیم پر غور کرو جو تم نے اپنے اور اللہ کے درمیان کر رکھی ہے، فرمایا:

﴿اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾﴾

''(مشرکو!) کیا تمہارے لیے تو بیٹے اور اللہ کے لیے بیٹیاں؟ یہ تقسیم تو بہت بے انصافی کی ہے''۔

قریش مکہ تم بیٹیوں کو اپنے لیے تو باعث ذلت سمجھتے ہو جبکہ یہ لات، منات اور عزیٰ سب کے سب مؤنث نام ہیں۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ انہوں نے اپنے تئیں لات، منات اور عزیٰ کی شکل میں فرشتوں کے بت تراش کر رکھے ہوئے تھے۔ اللہ ان پر طنز کر رہا ہے کہ تم نے یہ کیا مشرکانہ غلیظ نظام بنا رکھا ہے۔ اللہ کو تو کسی اولاد کی حاجت نہیں، لیکن تم نے اپنے تئیں اللہ کو اپنے سے کم تر سمجھ رکھا ہے کہ اپنے لیے بیٹے پسند کرتے ہو اور اس کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہو، یہ تو بڑی ہی بھونڈی تقسیم ہے۔

﴿اِنۡ هِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰی ﴿۲۳﴾﴾

''وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گھڑ لئے ہیں۔ اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی یہ لوگ محض ظن (فاسد) اور خواہشات نفس کے پیچھے چل رہے ہیں حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے''۔

ان فرشتوں کا تو وجود ہی نہیں ہے۔ یہ تمہارے ذہن کے تراشیدہ خیالات ہیں۔ لات، منات، عزیٰ، ہبل وغیرہ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ تم نے پتھر کے کچھ بت تراش کے ان کے نام رکھ دیئے۔ جبکہ ان کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل یا سند نازل نہیں کی۔ اگلی آیت مبارکہ میں ارشاد ہے:

﴿اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾﴾

''کیا جس چیز کی انسان آرزو کرتا ہے وہ اسے ضرور ملتی ہے؟ آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے''۔

دنیا میں انسان جس چیز کے حصول کی خواہش کرتا ہے ضروری نہیں اسے مل بھی جائے۔ آخرت ہو یا دنیا یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اے لوگو! جیسے یہ دنیا آرزو سے نہیں حاصل کر سکتے۔ اسی طرح آخرت کے لیے بھی جب تک ہماری بھیجی ہوئی ہدایت کے مطابق محنت نہیں کرو گے، کچھ حصہ نہ ملے گا۔

(مرتب: فرقان دانش)

پریس ریلیز 25 مئی 2012ء — حافظ عاکف سعید

امریکہ ڈرون حملوں کے ذریعے مساجد پر میزائل برسا کر اللہ کے گھر کو نمازیوں کے خون سے رنگا جا رہا ہے لیکن ہماری سیاسی حکومت سپریم کورٹ سے جنگ وجدل میں مصروف ہے

امریکہ ڈرون حملوں کے ذریعے قبائلی مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہے اور پاکستان کے ادارے باہم دست و گریبان ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اخباری اطلاعات کے مطابق مساجد پر میزائل برسا کر اللہ کے گھر کو نمازیوں کے خون سے رنگا جا رہا ہے لیکن ہماری سیاسی حکومت سپریم کورٹ سے جنگ وجدل میں مصروف ہے اور عسکری قیادت خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے سوال کیا کہ کیا قبائلی مسلمان نہیں ہیں' کیا وہ پاکستانی نہیں ہیں اور کیا وہ انسان نہیں ہیں۔ آج نام نہاد مہذب دنیا جانوروں کے مارے جانے پر احتجاج کرتی ہے لیکن اس درندگی پر دنیا کی زبان گنگ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر حکومت قبائلی علاقوں اور وہاں رہنے والے شہریوں کی حفاظت کی ذمہ داری سے دستبردار ہو چکی ہے تو اخلاقی اور قانونی تقاضا ہے کہ وہ اس حقیقت کا کھل کر اعتراف کرے۔ انہوں نے وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی پر بھی شدید تنقید کی کہ وہ معصوم مسلمان بھائیوں کے قتل عام پر رنجیدہ ہونے اور اظہارِ افسوس کرنے کی بجائے اپنی بریت کے سپیکر کے فیصلے پر خوشی کے شادیانے بجا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو حکمران اپنی عوام کی حفاظت اور سلامتی کی ذمہ داری قبول نہیں کرتے انہیں اقتدار سے چمٹے رہنے کا کوئی جواز نہیں۔ اگر ہم ان حملوں کو نہیں روک سکتے تو کل کلاں دشمن ہمارے شہری علاقوں کو بھی نشانہ بنا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کبوتر کی بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لے تو خطرہ ٹل نہیں جاتا۔

جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت' تنظیم اسلامی پاکستان

شمارہ جون 2012

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا خدمی خواں
تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

دفاعِ پاکستان -- مگر کیسے؟ .... ایوب بیگ مرزا
انسان کے تخلیقی مراحل اور حقیقتِ انسان .... ڈاکٹر اسرار احمدؒ
بخالت: تباہ کن خصلت .... عتیق الرحمٰن صدیقی
علامہ اقبال کی قرآن فہمی .... محمد احمد بلال
حقوق و فرائض (۲) .... بیگم ڈاکٹر عبدالخالق
موبائل فون کے فوائد و نقصانات اور استعمال کے آداب .... حافظ شعیب احمد
مولانا وحید الدین خان: اپنے الفاظ کے آئینے میں (۴) .... ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا "بیانُ القرآن" تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت: 25 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 250 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 042-35869501-3، email:maktaba@tanzeem.org

عالمی فسادی کون؟

ضمیر اختر خان

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (الاعراف:56) زمین پر اصلاح کے بعد فسادمت برپا کرو۔مزید فرمایاواللہ لایحب الفساد (البقرۃ:205) اوراللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔یہ حکم عام ہے اورتمام انسانوں سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ خالق کائنات کے اس حکم کی تعمیل کریں۔ اس کا اطلاق افراد واقوام پر یکساں ہوتا ہے۔فتنہ وفساد کی قباحت اس وقت زیادہ ہوجاتی ہے جب کوئی قوم بحثیت مجموعی فساد پر آمادہ ہو جائے۔موجودہ دور میں امریکی قوم کا حکمران طبقہ عالمی سطح پر مسلسل فساد پھیلا رہا ہے۔ان کے پاس چونکہ طاقت ہے اس لیے وہ اس کا اندھا دھند استعمال کررہے ہیں۔چنگیزیت کے جو مظاہرے امریکی حکمران کررہے ہیں اس سے پوراعالم ویرانہ بنا ہوا ہے۔ہمیں حیرت امریکی رائے عامہ کے حوالے سے ہوتی ہے کہ وہ اپنی حکومت کے ظالمانہ ایجنڈے پر خاموش کیوں ہے۔ان سطور کے ذریعے ہم امریکی عوام کے سامنے ان کی حکومت کے جرائم کی ایک فہرست رکھنا چاہتے ہیں جس سے امریکہ کا عالمی سطح کا فسادی اور ظالم ہونا واضح ہوگا۔اس کے علاوہ پوری دنیا کے انسانوں کو امریکہ کے اخلاقی دیوالیہ پن کا پہلو بھی نمایاں طور پر نظر آئے گا۔شاید امریکی عوام اپنی حکومت کی ظالمانہ اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کا نوٹس لیں اور دنیا کو اس کے مظالم سے بازرکھنے کے لیے کوئی کردار ادا کرسکیں۔ یہ تو امریکیوں کو معلوم ہی ہوگا کہ فی الوقت وہ ساری دنیا میں اپنی حکومت کی کارستانیوں کی وجہ سے نفرت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ایک ترقی یافتہ اور سائنسی علوم وفنون میں مہارت کی حامل قوم ہونے کے باوجود، دنیا کی امامت کی بجائے اگر وہ نفرت کی علامت بن رہے ہیں تو یہ ان کی بڑی بدنصیبی ہے۔لہٰذا ہماری امریکہ کی مہذب عوام سے گزارش ہے کہ وہ اپنی شتر بے مہار بلکہ یہودیوں کی آلۂ کار حکومت کو لگام دیں تا کہ دنیا سے بربریت ،فساد اور ظلم کا خاتمہ کیا جاسکے۔

یہ بات تو اب دنیا میں ہر ایک کو معلوم ہے کہ ایٹم بم کا استعمال سب سے پہلے امریکہ نے جاپان کے دوشہروں ناگاساکی وہیروشیما کو تباہ کرنے کے لیے کیا تھا جس سے چشم زدن میں ڈیڑھ لاکھ افراد لقمۂ اجل بن گئے تھے۔ اس انسانیت کش اقدام کے ذریعے اس نے اپنا جلادی چہرہ (Bucher's Face) دنیا کو اس لیے دکھایا تا کہ اپنی ہوس ملک گیری کی تسکین کرسکے۔اس کے لیے جو ہتھکنڈے اس نے استعمال کیے وہ غیر انسانی ہیں۔ اس کردار کے ساتھ اب امریکہ عالمی نظام کی کس منہ سے بات کرتا ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجیے کہ امریکہ نے اپنے ظالمانہ کردار کی کیا کیا داستانیں دنیا کے مختلف ممالک میں رقم کی ہیں۔سب سے پہلے اس نے ایک کروڑ (100 Million) ریڈانڈینز کو موت کے گھاٹ اتارا۔ پھر ساٹھ لاکھ (60 Million) افریقیوں کو قتل کیا۔دس لاکھ (10 Million) ویت نامی اس کی بربریت کا نشانہ بنے۔دولاکھ (2 Million) سے زائد بے قصور افغانیوں کو بے دردی سے قتل کیا۔لگ بھگ ایک لاکھ (1 Million) عراقیوں کو درندگی کا نشانہ بنایا گیا۔امریکہ کے اتحادی ہونے کے باوجود 40 ہزار پاکستانی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔یہ اعداد وشمار وہ ہیں جو متعصب اور جانب دار ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا کو معلوم ہوئے ہیں۔ اگر کوئی غیر جانب دار محقق انسانیت کے خلاف امریکی جارحیت پر تحقیق کرے تو اس کا چہرہ مزید بھیانک ہوکر سامنے آئے گا۔سردست یہ حقیقت تو ظاہر وباہر ہے کہ امریکی جنگل کے قانون پر عمل پیرا ہیں۔ واحد عالمی طاقت ہونے کے باوجود امریکہ عالمی قیادت کا اہل نہیں ہے کیونکہ اس کے اخلاقی افعال اس قابل نہیں ہیں۔حقی حق نے اپنی تالیف ''ہوئے تم دوست جس کے'' میں امریکی کارستانیوں کا مفصل ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں ''امریکہ کے اعلان آزادی (1776ء) سے 2005ء تک امریکی مسلح افواج 220 مرتبہ اقوام عالم کے خلاف جارحیت کی مرتکب ہو چکی ہیں۔ان دوسوتیس (230) سالوں میں، دوسوبیس (220) مرتبہ جارحیت کے ارتکاب کی یہ شرح کسی بھی ملک کی شرح جارحیت سے کئی گنا زیادہ اور بیشتر صورتوں میں کئی سو گنا زیادہ ہے۔دوسری جنگ عظیم کے بعد سے امریکہ 23 ملکوں پر بمباری کا مرتکب ہو چکا ہے۔ان ممالک میں چین (دومرتبہ)، گوئٹے مالا (تین مرتبہ) کوریا، انڈونیشیا، کیوبا، کانگو، پیرو، سوڈان، افغانستان، لاؤس، ویتنام، کمبوڈیا، گرینیڈا، لبنان، لیبیا، السالویڈور، نکاراگوا، پانامہ، عراق (دومرتبہ) اور یوگوسلاویہ شامل ہیں''۔(ص435,434) پاکستان پر بے شمار ڈرون حملے اور سلالہ چیک پوسٹ پر جارحیت اس کی تازہ مثالیں ہیں۔دنیا امریکی عوام سے سوال کرتی ہے کہ ان کی حکومت کی ان کارستانیوں کے باوجود وہ خاموش کیوں ہیں؟ ان کی حکومت نے مہلک ہتھیاروں سے لیس ہوکر دنیا کی دوتہائی آبادی کے خلاف جارحیت کی ہے۔ ان کی خاموشی کا وبال ان کی گردن پر بھی ہے۔ لہٰذا اقوام عالم کے سامنے سرخرو ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تا کہ وہ اپنے اوپر سے عالمی فسادی طاقت کی ہم نوائی کے الزام کو دھوسکیں۔امریکہ کے ظالمانہ نظام کے مقابلے میں اللہ نے جو عادلانہ نظام دیا ہے اس کی بنیاد میں انسانی ہمدردی اور اخلاق کے اعلیٰ اصول ہیں۔امریکہ کو اگر دنیا کی قیادت کا شوق ہے تو وہ اسلام کے عادلانہ نظام کو اختیار کرے۔ ویسے بھی امریکی حکومت اپنے عالمی نظام کو بروئے کار لانے کے لیے مسلم دنیا کو اپنی توجہات کا مرکز بنائے ہوئے ہے۔اس کی قابل عمل صورت یہی ہے کہ امریکہ اسلام کی حقانیت مان کر اس کا علم اٹھالے اور خود اسلام کا پاسبان بن جائے جیسے کبھی تاتاری بنے تھے۔ اس کے اندر یہ صلاحیت ہے کہ پوری دنیا میں امن وآشتی کا دوردورہ ہوجائے گا۔اگر امریکہ کو یہ منظور نہیں ہے تو پھر اپنے موجودہ کردار کے ساتھ تو دنیا کی قیادت دور کی بات ہے وہ انسانوں کی دنیا میں رہنے کا حق دار بھی نہیں ہے۔ مسلمانان عالم اور خاص طور پر پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ امریکیوں کا رویہ انتہائی ناروا ہے۔ ہمارے حکمران البتہ ہر قیمت پر امریکہ کے ساتھ ہیں۔ایسے میں پاکستانی عوام کو بھی سوچنا پڑے گا کہ وہ کب تک یوں ہی رسوا ہوتے رہیں گے۔کیا ان کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر کان دھریں جس میں انہیں یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستی سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے ایمان والو! یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ، یہ آپس ہی میں ایک

(باقی صفحہ 13 پر)

مسلم ہیروز

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

تحریر: شاہد محمود

حضرت علی ؓ کا قول ہے کہ میں نے اللہ کو اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا یعنی اپنے ارادوں کی تکمیل انسان کے بس کی بات نہیں۔ ہم نے طے کیا تھا کہ مسلم ہیروز کے زیرعنوان ان صفحات میں صحابہ کرام ؓ کے بعد مختلف شعبہ جات میں کارہائے نمایاں انجام دینے والی عظیم مسلم شخصیات کے حالات و واقعات سے قارئین کو روشناس کرایا جائے۔ ابتدا تاریخ اسلام کے نامور جرنیلوں اور حکمرانوں سے ہوئی۔ اب تک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور محمد بن قاسمؒ کے احوال قارئین کی خدمت میں پیش کیے جا چکے ہیں۔ نامور مسلم جرنیلوں کا ذکر آئے اور خالد بن ولید ؓ جیسے عظیم صحابیٔ رسول ﷺ کا تذکرہ نہ ہو، قلب و ذہن اور قرطاس و قلم نے آپؓ کا ذکر کیے بغیر گویا آگے چلنے سے انکار کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب ؓ کی کہکشاں کا ہر شعبہ تابناک ستاروں کے جھرمٹ سے سجا ہوا ہے۔ عسکری شعبہ میں بھی حضرت خالد بن ولید ؓ کے علاوہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح ؓ، حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ، حضرت عمرو بن العاص ؓ، حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ، حضرت اسامہ بن زید ؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ، حضرت زید بن حارثہ ؓ اور حضرت عکرمہ بن ابی ہشام ؓ جیسے بے شمار جرنیل صحابہ ؓ کو تاریخ کے اوراق خراج عقیدت پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ لہٰذا قلب و ذہن کے اصرار پر اس بار حضرت خالد بن ولید ؓ کے عظیم کارناموں کو پیش کرنے کی یہ حقیر سی کوشش کی جا رہی ہے۔ (مدیر)

عظیم سپہ سالار اسلام حضرت خالد بن ولید ؓ قبیلہ قریش سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا شجرہ نسب ساتویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفہ راشد اوّل حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے جا ملتا ہے۔ آپؓ کا خاندان بنی مخزوم، اہل قریش کا ایک مشہور اور سرکردہ خاندان تھا۔ حضرت خالد بن ولید ؓ کے سن ولادت کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ آپؓ حضرت عمر فاروق ؓ کے ہم عمر تھے۔ اس حساب سے آپؓ کا سن ولادت 583ء یا اس کے آس پاس ہے۔

آپؓ نہایت مضبوط گٹھے ہوئے جسم کے مالک، نہایت پھرتیلے، سروقد، کشادہ سینہ، بارعب چہرہ، عقابی نگاہیں، بلند خیالی، شعلہ نوائی اور پختہ قوت ارادی کے قابل رشک نمونہ تھے۔ ظاہری و باطنی حسن و جمال اور جاہ و جلال کا پیکر، شجاعت، بہادری اور جرأت میں بے مثال، شہسواری، نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے ماہر، بے خوف، زندہ دل اور مہم جو انسان تھے۔ فرمانِ رسول ﷺ ہے: ''خالد! تیری عقل و دانش اور فہم و فراست کی بنا پر مجھے بہت امید تھی کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور اسلام قبول کر لو گے۔''

حضرت خالد بن ولید ؓ بچپن ہی سے نہایت پھرتیلے، چاق و چوبند اور انتہا درجے کے جرأت مند تھے۔ قبیلہ بنو مخزوم کے سردار ولید بن مغیرہ کے فرزند ارجمند ہونے کے سبب قبیلے کے ہر فرد کی آنکھ کا تارا تھے۔ جوان ہو کر آپؓ کے تدبر اور شجاعت کا رنگ مزید نکھر گیا۔ آپؓ بنو مخزوم کے قابل رشک جوانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ سڈول جسم میں بلا کی کشش تھی۔ دور جاہلیت میں اشراف میں شمار کئے جاتے تھے۔ بدر سے لے کر حدیبیہ تک قریش کے لشکر کی کمان آپؓ کے سپرد رہی اور اس کے بعد آپؓ کا سینہ اسلام کی نورانی کرنوں سے منور ہو گیا۔

آپؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی نہایت دلچسپ و دل آویز ہے۔ حارث بن ہشامؓ سے روایت ہے کہ میں نے (حضرت) خالد بن ولید ؓ کو کہتے سنا کہ اسلام قبول کرنے سے قبل میں تقریباً ہر معرکے میں رسول اقدس ﷺ کے مقابلے میں خم ٹھونک کر آیا لیکن ہر مرتبہ آپ ﷺ کا رعب و دبدبہ میرے دل پر طاری ہوا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا کر دی۔ میرے دل میں یہ خیالات آنے لگے کہ کیا میں حبشہ چلا جاؤں؟ جہاں کا حکمران نجاشی پہلے ہی محمد ﷺ کا دامن گیر ہو چکا ہے۔ کیا شاہ ہرقل کے پاس چلا جاؤں یا خطۂ عرب کو خیرباد کہتے ہوئے کسی عجمی ملک کی راہ لوں۔ انہی خیالات میں غرق تھا کہ میرے بھائی کا تحریری پیغام مجھے ملا جو حلقہ بگوش اسلام ہو چکا تھا۔ میرے بھائی نے بڑے ہی پیار بھرے انداز میں مجھے لکھا:

> ''بھائی جان! میرے آقا دو جہاں کے سردار شاہ امم سلطان مدینہ ﷺ نے ایک روز مجھ سے پوچھا کہ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ ایک دن ضرور میرے بھائی کو آپ ﷺ کے قدموں میں لے آئے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ میرا ذہین و فطین اور لئیق و فہیم بھائی دین اسلام جیسی نعمت سے محروم رہ جائے۔''

چنانچہ میرے دل میں اسلام قبول کرنے کی رغبت پیدا ہوئی۔ میں نے عثمان بن طلحہ ؓ سے اپنے دلی ارادے کا اظہار کیا تو وہ بخوشی میرے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ دوران سفر عمرو بن عاص ؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا ''اسلام قبول کرنے مدینہ جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ''یہی لگن مجھے بھی مدینہ کھینچے لیے جا رہی ہے''۔ چنانچہ یہ دونوں یکم صفر 8 ہجری کو مدینہ طیبہ میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کا شرف عظیم حاصل کیا۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کسی خوف یا لالچ کی بنا پر دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ سیدالانبیاء حضرت محمد ﷺ کی مقناطیسی ذات بابرکات سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے۔ تاریخ انسانی میں حق گوئی و بے باکی کو بہادر انسانوں کا بنیادی وصف قرار دیا گیا ہے۔ اور بہادر و جرأت مند لوگ بسا اوقات انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ دونوں خوبیاں اپنے دور کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید ؓ میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہیں۔ جب تک آپؓ نے اسلام قبول نہ کیا تھا تو یہ مسلمانوں کے لیے خطرناک دشمن تھے۔ غزوہ احد میں لشکر اسلام کی جیتی ہوئی بازی کو شکست میں تبدیل کرنے میں حضرت خالد بن ولید ؓ کی انتہا پسندی و ثابت قدمی کا بہت بڑا دخل تھا۔ لیکن جب آپؓ نے اسلام قبول کیا تو دشمنان اسلام کے لیے برہنہ تلوار بن گئے جن کے نام سے ہی کفار تھرتھر کانپنا شروع ہو جاتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے جنگی تاریخ میں ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیے کہ دنیا ورطۂ حیرت میں پڑ گئی۔ آپؓ کی جرأت و شجاعت اور عظمت کا اعتراف تو دشمن نے بھی کیا۔ جرمن فوج کے سپہ سالار

جنرل اردن رامیل سے جب پوچھا گیا کہ میدان جنگ میں تیری کامیابی کا راز کیا ہے؟ تو اس نے برملا کہا کہ ”میں میدان جنگ میں مسلم جرنیل (حضرت) خالد بن ولید ؓ کے طریقے اپناتا ہوں۔

موتہ سرزمین شام کے سرحدی علاقے میں واقع ایک بستی کا نام ہے۔ اس مقام پر پیش آنے والے واقعے کو ”جنگ موتہ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ پہلی جنگ ہے جس میں قبول اسلام کے بعد حضرت خالد بن ولید ؓ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے شریک ہوئے لیکن یکے بعد دیگرے تین جرنیلوں کی شہادت کے بعد لشکر اسلام کی قیادت آپؓ کے سپرد ہوئی۔ مجاہدین صرف تین ہزار تھے اور وہ بھی تھکن سے چور تھے اور مقابلے میں دشمن فوج دو لاکھ جنگجو افراد پر مشتمل تھی۔ جو کہ تمام تر ہتھیاروں سے لیس تھے۔ قریب تھا کہ اسلامی لشکر کا جھنڈا دشمن کے قبضے میں آجاتا لیکن حضرت ثابت بن اقدم ؓ نے چابک دستی سے جھنڈے کو اپنے قابو میں لے لیا اور حضرت خالد بن ولید ؓ کو قیادت سونپ دی۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے جنگ موتہ میں اسلامی لشکر کی قیادت سنبھالی تو مجاہدین کی تعداد دشمن کے مقابلے میں آٹے میں نمک کے برابر تھی۔ لیکن آپؓ نے اپنی جنگی تدابیر کو بروئے کار لاتے ہوئے پہلے روز لشکر کی ترتیب بدل دی اور چند مجاہدین کو عقب میں محض گھوڑے دوڑانے پر مامور کر دیا۔ فضا گرد وغبار سے اٹ گئی، رومی لشکر یہ صورتحال دیکھ کر خوفزدہ ہوگیا۔ رومیوں نے یہ سمجھا کہ مسلمانوں کی مدد کے لیے نئی کمک پہنچ گئی ہے۔ اس سے ان کے حوصلے پست ہونا شروع ہوگئے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ نے بڑی احتیاط اور حفاظت سے اپنے لشکر کو دشمن کے نرغے سے نکالا ورنہ پہلے روز رومی اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ کسی ایک مجاہد کو بھی میدان سے زندہ واپس نہ جانے دیا جائے۔ کیونکہ چند روز پہلے ہی رومی ایرانیوں کو شکست دے چکے تھے اور اپنی اس فتح پر نازاں تھے۔ وہ اپنی اس کامیابی کے نشے میں مٹھی بھر مجاہدین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے لیکن حضرت خالد بن ولید ؓ نے اپنی خداداد صلاحیت کو بروئے کار لاکر دشمن کو لاچار و بے بس کر کے رکھ دی۔ رومیوں کے پرخچے اڑاتے ہوئے ان کے ہاتھوں 9 تلواریں ٹوٹیں لیکن جب دوسرے دن رومیوں کی گھبراہٹ، پسپائی اور خوف وہراس کو دیکھا تو موقع غنیمت جانتے ہوئے لشکر اسلام کو بچا کر واپس لانے میں کامیاب ہوگئے۔ ایسے نازک حالات میں مجاہدین کو میدان کارزار سے واپس محفوظ لے آنا جنگی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش واقعہ ہے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کے اسلام قبول کرنے کے بعد دوسرا واقعہ پیش آیا وہ فتح مکہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ حضورﷺ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو ایک دستے کا امیر مقرر کیا اور حکم دیا کہ تم بنوسلیم، بنوخزیمہ، بنوغفار اور جہینہ قبیلوں کی قیادت کرتے ہوئے مکہ کے بالائی علاقے کدا کی جانب سے شہر میں داخل ہو۔ اگر کوئی مزاحمت نہ ہو تو کسی کے ساتھ مقابلہ کرنے میں قطعاً پہل نہ کرنا۔ ہماری یہ پوری کوشش ہونی چاہیے کہ بغیر خون بہائے پُرامن طریقے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوں اور اس مبارک شہر کی حرمت کو پامال کرنے کی نوبت ہی نہ پیش آئے۔

اہل مکہ نے مجاہدین کے جس دستے کا مقابلہ کیا اس کی قیادت حضرت خالد بن ولید ؓ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنی جرأت وشجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تلوار کے جوہر دکھانے شروع کیے تو دشمنان اسلام یعنی اہل مکہ تیزی سے پسپا ہونا شروع ہوئے۔ چنانچہ پورا لشکر بغیر کسی خاص مزاحمت کے 20 رمضان المبارک بروز جمعہ 8 ہجری کو مکہ مکرمہ میں فاتح کی حیثیت سے پُرامن انداز میں داخل ہوا۔

فتح مکہ کے پانچ روز بعد حضورﷺ نے حضرت خالد بن ولید ؓ کی قیادت میں 30 مجاہدین کا ایک قافلہ مقام نخلہ کی جانب روانہ کیا تاکہ وہاں مشرکین عرب کے ملجا وماویٰ نامی بت کے ٹکڑے کر دیئے جائیں اور اس طرح شرک کے ایک اہم اور مرکزی مقام کا قلع قمع کیا جاسکے۔ عزیٰ قریش مکہ کا ایک مشہور اور بڑا بت تھا جس کی پوجا نہایت اہتمام سے کی جاتی تھی۔ کنانہ اور مضر جیسے نڈر، بہادر اور جنگجو قبائل اس کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔ جس عبادت خانے میں عزیٰ نامی بت رکھا گیا تھا اس کا انتظام و انصرام بنوہاشم کے زیرسایہ قبیلے بنوشیبان کے سپرد تھا۔ شرک کے اس گڑھ کو پیوند خاک کرنا کوئی آسان کام نہ تھا لیکن حضرت خالد بن ولید ؓ جذبہ توحید سے سرشار ہو کر کدال ہاتھ میں لیے عزیٰ بت کے پرخچے اڑاتے ہوئے اپنی زبان سے بآواز بلند کہہ رہے ہیں: ”اے عزیٰ! میں تجھے جھٹلاتا ہوں، تیرے اندر تو ذرا برابر بھی تقدس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آج تجھے میرے ہاتھوں ذلیل ورسوا کیا ہے۔“ اسے توڑ پھوڑ کر بعد میں آگ لگادی گئی۔

فتح مکہ کے بعد حضورﷺ نے گردونواح کے لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانے کے لیے مختلف اطراف میں تبلیغی وفود روانہ کیے۔ بنوخزیمہ کی جانب حضرت خالد بن ولید ؓ کی قیادت میں ایک تبلیغی وفد روانہ کیا گیا۔ بنوخزیمہ کی بستی مکہ سے تقریباً ایک دن کی مسافت پر واقع تھی۔ اسی قبیلے کے متعلق یہ مشہور ہوچکا تھا کہ پورا قبیلہ مسلمان ہوگیا ہے۔ جب قبیلے کے سرداروں نے حضرت خالد بن ولید ؓ کو بستی کی طرف آتے دیکھا تو ہتھیار سنبھال کر بستی سے باہر نکل آئے۔ حضرت خالد بن ولید ؓ نے ان سے پوچھا کیا تم ابھی مسلمان نہیں ہوئے ہو؟ انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ ہم صابی ہیں۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کو طیش آگیا کیونکہ مشرکین اس لفظ کو بے دینی کے معنی میں استعمال کرتے تھے۔ کچھ لوگ سالار قافلہ کی ماہرانہ شمشیرزنی سے مارے گئے اور کچھ خوفزدہ ہو کر دبک گئے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ انہوں نے واضح طور پر اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید ؓ نے جب ان کی زبان سے لفظ صابی سنا تو انہوں نے اپنے تئیں یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ لوگ اسلام کو دل وجان سے نہیں چاہتے۔ انہوں نے ہمارے سامنے یہ لفظ کیوں استعمال کیا جسے ہمارے دشمن بے دینی کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔

بنوخزیمہ کو اس غلط فہمی کی بنا پر بھاری جانی و مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ بعد میں حضرت خالد بن ولید ؓ کے ہاتھ ہی انہیں کثیر مال ومتاع خون بہا کے طور پر ادا کر دیا گیا۔ لیکن یہ سب چونکہ غلط فہمی کی وجہ سے ہوا تھا اس لیے حضورﷺ نے آپ کو کوئی سرزنش نہیں کی اور آپؓ کو حضورﷺ کا اعتماد بدستور حاصل رہا۔ اس واقعہ کے بعد آپ کو ”غزوہ حنین“ میں ہراول دستے کا کمانڈر نامزد کیا گیا۔

حنین ایک وادی ہے جو شہر طائف سے شمال مشرقی جانب تقریباً چالیس میل کے فاصلے پر جبل اوطاس میں واقع ہے۔ یہاں پر ایک جنگجو قبیلہ ہوازن آباد تھا جو تیر اندازی میں بڑی مہارت رکھتا تھا۔ لشکر اسلام میں حضرت خالد بن ولید ؓ کو قبیلہ بنوسلیم کا سالار مقرر کیا گیا اور اس قبیلہ ہوازن کی سرکوبی کے لیے اسلامی لشکر نے کوچ کیا۔

بنوسلیم کو عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولید ؓ کی قیادت میں مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کیا گیا۔ مقابلہ میں دشمن کی تعداد چار ہزار تھی جو مجاہدین اسلام کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔ اسی وجہ سے

مجاہدین کو یہ خوش فہمی پیدا ہوگئی کہ وہ دشمن کو بآسانی زیر کر لیں گے لیکن لشکر اسلام کو پہلے مرحلہ پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ سورہ التوبہ کی آیت 26 میں لشکر اسلام کے اسی غرور و تکبر کا ذکر کیا گیا ہے۔ قبیلہ ہوازن اور قبیلہ بنوثقیف کے تجربہ کار جنگجوؤں نے مجاہدین اسلام کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ دشمن کے بھرپور حملوں سے پورے لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی۔

شاہ مدینہ حضور ﷺ کے ہمراہ صرف چند مجاہدین میدان میں باقی رہ گئے لیکن آپؐ کے عزم و استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ چنانچہ مجاہدین اسلام جوق در جوق حضور ﷺ کے پاس واپس لوٹ آئے۔ عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی کاٹ دار تلوار کے ذریعے دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھنے لگے۔ جو بھی سامنے آیا وہ آپؓ کی تیغ براں کے وار سے بچ نہ سکا۔ اس معرکہ آرائی میں آپؓ نے خود بھی اپنے جسم پر کئی گہرے زخم کھائے فتح حاصل ہو جانے کے بعد حضور ﷺ تیمارداری کے لیے اپنے چہیتے جرنیل کے پاس تشریف لائے۔ جس سے آپؓ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔

غزوہ حنین میں فتح حاصل کرنے کے بعد اسلامی لشکر ابھی مدینہ واپس نہ لوٹا تھا کہ حضور ﷺ کو خبر ملی کہ شکست خوردہ قبیلے بنوہوازن کے سرکردہ افراد اپنی منتشر قوت کو اکٹھا کرنے کے لیے طائف میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ تازہ دم ہو کر دوبارہ لشکر اسلام پر حملہ آور ہوں۔ طائف، مکہ مکرمہ سے تقریباً چالیس میل کے فاصلہ پر ایک سرسبز وشاداب اور ٹھنڈا علاقہ ہے۔

حضور ﷺ نے اس موقع پر بنوہوازن اور اس کے حلیف قبائل کی مکمل سرکوبی کے لیے طائف کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی شان و شوکت اور جاہ و جلال کو دیکھتے ہوئے بنوہوازن اور بنوثقیف قلعہ بند ہوگئے۔ مجاہدین نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جوش وولولہ اور جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مسلسل بآواز بلند دشمن کو مقابلے میں آنے کی دعوت دیتے رہے لیکن کسی کو بھی مقابلے کی جرأت نہ ہوسکی۔ بلکہ انہوں نے پیغام بھیجا کہ ہم قلعہ سے باہر ہرگز نہ آئیں گے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے مشورہ سے حضور ﷺ نے اٹھارہ روز بعد محاصرہ ختم کر دیا لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد ہوازن اور بنوثقیف دونوں قبیلے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ اس معرکے میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے زخمی ہونے کے باوجود دشمن کو بار بار للکار کر اپنی جرأت وشجاعت اور جذبہ ایمانی کا ثبوت فراہم کیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے قبیلہ بنومصطلق جو قبیلہ بنوخزاعہ کی شاخ تھی زکواۃ کی وصولی کا کام کیا۔

غزوۂ تبوک میں بھی حضرت خالد بن ولیدؓ ہراول دستے کے کمانڈر تھے۔ اس غزوہ میں بظاہر معرکہ آرائی تو نہ ہوئی لیکن اس سے دو بڑے فوائد حاصل ہوئے۔ ایک یہ کہ شاہ روم کے دل پر مسلمانوں کی شان و شوکت، عظمت و رفعت اور جاہ و جلال کی دھاک بیٹھ گئی اور دوسرے بہت سے عرب سردار دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

تبوک میں قیام کے دوران شاہ عرب وعجم حضرت محمد ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تقریباً پانچ سو مجاہدین کا کمانڈر بنا کر ''دومتہ الجندل'' کو سرنگوں کرنے کے لیے روانہ کیا۔ آپؓ نے دومتہ الجندل کے سردار اکیدر بن عبدالمالک کو گرفتار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اکیدر کے بھائی حسان نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد بہت سے مسلمان مرتد ہوگئے اور کئی قبائل نے زکواۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے طلیحہ بن خویلد اور مالک بن نویرہ کی سرکوبی کی اور اس کے بعد مسیلمہ کذاب سے نبرد آزما ہونے کے لیے روانہ ہوئے۔ اس جنگ میں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کی فوج کے ایک ہزار افراد بھی مارے گئے۔ کامیابی کے بعد آپؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یمامہ کی ایک دلکش وادی و بر میں کچھ عرصہ ستانے کے لیے مقیم ہوئے۔

یہاں قیام کے دوران خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی جانب سے آپؓ کو عراق اور ایران فتح کرنے کا حکم ملا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے سرزمین عراق و ایران میں جس طرف بھی رخ کیا، فتح و کامرانی ان کے ہم قدم رہی۔ جنگ ذات السلاسل، جنگ ولجہ، جنگ الیس، جنگ امغیشیا، جنگ حیرہ، جنگ انبار، جنگ عین التمر، جنگ حصیر، جنگ خنافس، جنگ مصیخ، جنگ زیل اور جنگ فراض، غرض کہ یہ تمام جنگیں سرزمین عراق میں لڑی گئیں اور ان تمام معرکوں میں لشکر اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور حضرت خالد بن ولیدؓ نے سرزمین عراق میں دو سال قیام کیا اور پندرہ جنگیں لڑیں۔ دشمن کے مقابلے میں فوج کی قلت اور سامان حرب کی کمی کے باوجود تھوڑے ہی عرصے میں وہ فتوحات حاصل کیں جو بڑے سے بڑا جرنیل بھی آج تک حاصل نہ کر سکا۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ مسلسل جہاد اور تبلیغ کا اہم ترین فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ کسی موقع پر بھی آپؓ نے تساہل، بزدلی اور کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اسلام لانے کے بعد تقریباً ہر غزوہ میں شریک ہوئے اور متعدد مواقع پر لشکر اسلام کے ہراول دستے کے سالار مقرر ہوئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پوری زندگی حضرت خالد بن ولیدؓ کو رسول اللہ ﷺ کا مکمل اعتماد حاصل رہا ہے۔ اور جب آپؐ نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو آپؐ حضرت خالد بن ولیدؓ پر بے حد خوش تھے۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ دنیا و مافیہا کی دولت اور حکومت کی طرف سے دیئے جانے والے تمام اعزازات اس کے مقابلے میں ہیچ دکھائی دیتے ہیں۔ دنیائے اسلام کے عظیم جرنیل حضرت خالد بن ولیدؓ نے 21 ہجری کو حمص میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی جنوبی پنجاب سے تعلق رکھنے والے احباب کے لیے دعائے مغفرت

☆ ملتان کینٹ کے رفیق نعمت اللہ کے چچا وفات پا گئے

☆ بہاولپور کے رفیق نقیب حسن رضا کے والد وفات پا گئے

☆ امیر ملتان شہر عرفان بٹ کی بھابھی وفات پا گئیں

☆ رفیق تنظیم ملتان شہر ناصر سلطان کی بھابھی وفات پا گئیں

☆ نیو ملتان کے نقیب عبدالروف اخوانی کی والدہ وفات پا گئیں

☆ ملتان کینٹ کے نقیب شیراز اختر کے تایا وفات پا گئے

☆ رفیق تنظیم حاجی عباس کے بھائی وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے

قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

تنظیمی اطلاع

حلقہ آزاد کشمیر کی مقامی تنظیم باغ میں زرّاب حسین عباسی کا بطور امیر تقرر

مقامی تنظیم باغ میں تقرر امیر کے لیے ناظم حلقہ آزاد کشمیر کی جانب سے موصولہ اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 10 مئی 2012ء میں مشورہ کے بعد جناب زرّاب حسین عباسی کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

نیٹو کی سپلائی اور حکومت کی پسپائی

کے موضوع پر خلافت فورم میں فکر انگیز مباحثہ

مہمانانِ گرامی: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی، پاکستان)

ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد | مرتب: محمد بدرالرحمٰن

سوال: حکومت نے ڈیفنس کیبنٹ کمیٹی کی سفارشات پر نیٹو سپلائی کی بحالی کا اُصولی فیصلہ کرلیا ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ کیا یہ پاکستان کی مکمل پسپائی نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ نے پاکستان کی پسپائی پر بات کر کے حقیقت میں دُکھتی رَگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ اگر ہم پاکستان کی گزشتہ 65 سالوں پر محیط تاریخ کا مطالعہ کریں تو نہایت افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ پسپائیوں کا ایک طویل سلسلہ ہے جو نہ صرف عسکری میدان میں ہوئی ہیں بلکہ خارجی محاذ پر مذاکرات کی میز پر بھی ہوئی ہیں۔ اگر جنگی اور سیاسی حوالوں سے پسپائیوں کا موازنہ کریں تو افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری فوجی قیادت کے حوالے سے پسپائیاں زیادہ ہیں اگر آپ 1948ء سے صورتِ حال کا جائزہ لیں تو پتہ چلتا ہے کہ موجودہ آزاد کشمیر ہمیں اُن قبائلی مجاہدین کی بدولت ملا ہے جن پر آج ہم ڈرون حملے کروا رہے ہیں۔ کشمیر کے معاملے پر یہ واحد جنگ ہے جس کے نتیجے میں پاکستان کو کسی حد تک فتح نصیب ہوئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم آج تک مکمل کشمیر نہیں لے سکے ہیں، جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ پنڈت نہرو اس موقع پر سلامتی کونسل میں چلے گئے تھے۔ یہ وہ دور تھا کہ ابھی سلامتی کونسل کا اصل بدنما چہرہ اُمت مسلمہ پر پوری طرح آشکارا نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح جنرل گریسی نے کشمیر کے معاملے میں قائداعظم کا حکم ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ اگرچہ ہم اِسے مکمل فتح تو نہیں کہیں گے۔ لیکن پھر بھی کشمیر کے معاملہ میں ہمیں کسی حد تک کامیابی نصیب ہوئی تھی۔ جنگ کشمیر کے بعد سے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک نا ختم ہونے والا ناکامیوں بلکہ ایک ذلت ورسوائی کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح 6 ستمبر 1965ء سے پہلے رَن آف کچھ میں پاک فوج نے انڈین آرمی کے ایک یونٹ یا ایک بریگیڈ کا مکمل محاصرہ کرلیا تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح صدر ایوب پر بڑی سرکار کی طرف سے پریشر آتا ہے اور یہ سارا معاملہ خاموشی سے ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد جب 1965ء کی جنگ کا آغاز ہوتا ہے تو اگرچہ اس جنگ میں پاکستان نے بھارت کے ساتھ کسی حد تک برابری کا معاملہ برتا بھی ہے لیکن معاہدہ تاشقند کے موقع پر ہم مکمل شکست سے دوچار ہوئے کیونکہ اُس موقع پر صدر ایوب کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا تھا کہ اگر انھوں نے امریکہ اور روس کا کہنا نہ مانا تو اُن کے اقتدار کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے۔ لہٰذا صدر ایوب جو ایک فوجی ڈکٹیٹر تھے اُنھوں نے خود ہی معاہدہ تاشقند کے تحت اپنی فوج کے شہیدوں کے خون کا سودا کر دیا تھا۔ اصل میں 1965ء کی جنگ میں ہماری جانب سے ہوم ورک صحیح طریقہ سے نہیں ہوا تھا لہٰذا اس جنگ میں ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔ اسی طرح 1971ء کی جنگ کا جائزہ لیں تو مسلمانوں کی جنگی تاریخ میں ایسا شرمناک واقعہ نہیں ملتا جس کا مظاہرہ پاکستانی فوج کی جانب سے ہوا تھا۔ پاکستانی فوج نے دشمن کے سامنے لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیے تھے۔ اس جنگ میں سب سے شرمناک بات یہ ہوئی کہ جنرل

> **سیاسی و عسکری محاذوں پر پسپائی کی تاریخ میں فوجی قیادت کا کردار زیادہ مایوس کن ہے**

نیازی جسے ٹائیگر کا خطاب ملا تھا اُس نے انڈین جنرل کے سامنے اپنی فوجی ٹوپی اور پیٹی رکھ کر اپنا پستول دشمن فوج کے حوالے کر دیا تھا۔ اس سارے واقعہ میں ذلت ورسوائی کے الفاظ بہت ہی چھوٹے معلوم ہوتے ہیں۔ 1971ء کی اس جنگ کی ناکامی کی اصل ذمہ دار بھی ہماری عسکری قیادت ہی تھی کیونکہ 1971ء میں سیاسی قیادت کی رہنمائی بھی عسکری قیادت ہی کر رہی تھی۔ اس وقت جنرل یحییٰ خان نا صرف صدر پاکستان تھے بلکہ فوجی قیادت کی رہنمائی بھی کر رہے تھے۔ 1971ء کی جنگ کے بعد سے تو ہم نے معمولی سے معمولی تنازعوں پر بھی ہتھیار ڈالنے کی روایت یا عادت سی ڈال لی۔ جس کا ثبوت 1984ء میں پاکستانی فوج کی غفلت کے سبب ہندوستان اِس قابل ہوا کہ اُس نے سیاچن کی اُن چوٹیوں پر قبضہ کرلیا ہے جہاں سے افواجِ پاکستان موسم سرما میں واپس آ جاتی تھی۔ عسکری ناکامیوں کے اس طویل سلسلے میں مرحوم صدر جنرل ضیاء الحق کا یہ بیان بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے کہ سیاچن کی اُن چوٹیوں پہ تو گھاس کا ایک تنکا تک نہیں اُگتا ہے جس پر بھارت اور پاکستان کا جھگڑا ہے اس بات کا تو پھر مطلب یہ ہوا کہ جہاں گھاس نہیں اُگتی ہے اُن تمام جگہوں کو بھارت کے حوالے کر دیا جائے۔ اسی طرح واقعہ کارگل کو لے لیں، اس معاملے پر بھی ہماری کوئی جامع منصوبہ بندی نہیں تھی ہم نہیں جانتے تھے کہ انڈیا اس سارے معاملے پر کیا ردّعمل ظاہر کرے گا، امریکہ اس زوردار انداز میں انڈیا کا ساتھ دے گا یا ہماری اس پیش رفت پر عالمی ردّعمل کیا ہوگا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہماری یہ پیش رفت کوئی غلط فیصلہ تھا لیکن اس اقدام کے بعد اگر ہم نے امریکہ کی اسی طرح سے منت سماجت کرنی تھی کہ ہماری اس معاملے سے جان چھڑاؤ تو یہ انتہائی احمقانہ اور ذلت آمیز فیصلہ کیا ہی کیوں تھا۔ اگر آپ دیکھیں تو عالمی سطح پر کارگل کے واقعہ پر جہاں ہماری بڑی جگ ہنسائی ہوئی ہے وہیں کارگل پر کیا جانے والا معاہدہ انتہائی عجیب وغریب قسم کا معاہدہ تھا۔ بھارت نے تو اپنا وزیراعظم امریکہ بھیجنے سے صاف انکار کر دیا تھا جبکہ بعض باوثوق ذرائع کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی منت سماجت کی تھی کہ آپ فوراً امریکہ جائیں اور بھارت سے ہماری جان چھڑوائیں۔ بھارت نے یہ شرط لگائی تھی کہ پہلے پاکستان اپنی افواج کو کارگل سے واپس بلائے پھر کوئی بات ہوگی۔ ہم نے اپنی افواج کو واپس لیا اور ہمیں بہت سا جانی نقصان محض اپنی ناقص منصوبہ بندی کے تحت برداشت کرنا پڑا۔ اسی طرح ریمنڈ ڈیوس کے واقعہ کو لے لیجیے کہ وہ کیسے سرراہ دو بے گناہ پاکستانیوں کو قتل کرتا ہے اور ہم اُس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ کر سکے اور امریکی اپنی بدمعاشی سے اُسے گن پوائنٹ پر آزاد کروا کر لے گئے۔ اگر نیٹو سپلائی کے معاملہ کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ نیٹو سپلائی پر پاکستان میں دو دفعہ بندش لگ چکی ہے۔ پہلی دفعہ نیٹو افواج کی جانب سے ہمارے تین فوجی جوانوں کو شہید کیا گیا تھا، جس پر ہم نے خیبر کی جانب سے تو نیٹو سپلائی کو روک دیا تھا مگر چمن کی جانب سے نیٹو سپلائی بحال رکھی گئی جو کہ انتہائی عجیب و

غریب فیصلہ تھا۔ یعنی خیبر کی طرف سے تو ہمیں امریکہ پر غصہ ہے مگر چمن کی طرف سے ہمیں امریکہ سے کوئی ناراضگی نہیں ہے۔ لہٰذا نیٹو سپلائی چمن کے راستے بحال رہی۔ اب کی بار نیٹو افواج کی جانب سے جو ہمارے 24 فوجی جوانوں کو شہید کیا گیا ہے اس کے نتیجہ میں فوج نے بغیر کسی سیاسی قیادت کے مشورے یا پارلیمنٹ کا اجلاس بلائے بغیر راتوں رات نیٹو سپلائی کو مکمل طور پر بند کر دیا تھا اور اب نیٹو سپلائی کو دوبارہ سے کھولنے کے حوالے سے فوج نے اپنا فیصلہ پارلیمنٹ اور عوام کے کندھوں پر ڈال دیا ہے۔ پارلیمنٹ کی مشترکہ قرارداد کے حوالے سے آپ کے سوال کا جواب یہ بنتا ہے کہ پہلے ہمیں ایک بڑی سی ردّی کی ٹوکری بنوانی چاہیے تاکہ پارلیمنٹ کی تمام قراردادوں کو اُس ردی کی ٹوکری میں پھینکا جا سکے۔ پارلیمنٹ کی اُس مشترکہ قرارداد میں یہ کہا گیا تھا کہ سب سے پہلے (1) امریکہ سلالہ چیک پوسٹ پر حملے کے نتیجہ میں پاکستان سے معافی مانگے۔ (2) پاکستان میں ڈرون حملے فوراً بند کیے جائیں (3) امریکہ نے جو ریمنڈ ڈیوس کی صورت میں اپنے سینکڑوں جاسوس پاکستان میں بھیجے ہوئے ہیں، اُن تمام کا ڈیٹا حکومت پاکستان کے حوالے کیا جائے۔ لیکن انتہائی افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ نیٹو سپلائی کو دوبارہ سے کھولا تو جا رہا ہے مگر امریکہ کی جانب سے کسی قسم کی معافی مانگی گئی ہے نہ ہی ڈرون حملے بند ہوئے ہیں اور نہ ہی پاکستان میں موجود امریکی جاسوسوں کا کوئی اتا پتا ہے۔

سوال: آپ یہ فرمائیں کہ نیٹو سپلائی کو کھولنے کا جو اصولی فیصلہ ہو چکا ہے آپ اُسے اسلامی نقطۂ نظر سے کیسے دیکھتے ہیں؟

حافظ عاکف سعید: موجودہ صورتِ حال نہایت المناک اور تشویش ناک ہے۔ درحقیقت نیٹو سپلائی کی بحالی کے حوالے سے جو معاملہ پیش آیا ہے اُس کی شروعات درحقیقت 9/11 کے واقعہ سے ہوئی ہے۔ یہ تمام معاملات اُس بڑے یوٹرن کا منطقی نتیجہ ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اُس وقت کے صدر جنرل پرویز مشرف نے تن تنہا امریکہ کے تمام فیصلوں کو من وعن قبول کرنے کے بعد مشاورت طلب کی تھی۔ درحقیقت دُنیا کو دکھانے کے لیے جنرل پرویز مشرف رائے عامہ کے نام پر خانہ پری کر رہے تھے۔ اس کا ذکر امریکہ کے اُس وقت کے آرمی چیف جنرل ٹومی فرینک نے اپنی کتاب میں بھی کیا تھا کہ ہم نے ایک لمبی فہرست اُس اُمید پر مشرف کو دی تھی کہ ان میں سے ہماری کچھ شرطیں ضرور مان لی جائیں گی مگر ہماری حیرت کی اُس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب ہماری ساری کی ساری شرائط من وعن قبول کر لی گئیں۔ یعنی ایک ہی دھمکی میں جنرل پرویز مشرف چاروں شانے چت ہو گئے۔ اسی طرح جب پرویز مشرف نے علماء و مشائخ کا ایک اجلاس طلب کیا تھا جس میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ بھی شریک تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے اُس موقع پر پرویز مشرف کے منہ پر سختی کے ساتھ دوٹوک الفاظ میں یہ کہا تھا کہ اپنے کسی بھی اسلامی برادر ملک کے خلاف امریکہ یا نیٹو کا ساتھ دینا ایک نہیں بلکہ کئی لحاظ سے غلط فیصلہ ہے۔ (1) عدل وانصاف کے عالمی اُصولوں کے مطابق یہ بے وفائی یا غداری ہے کہ طالبان پر کوئی جرم ہی ثابت نہیں ہو سکا ہے کہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر کی تباہی میں اُن کا ہاتھ ہے بھی کہ نہیں۔ (2) اگر غیرت وحمیت کے تقاضے کو ہی لیا جائے تو افغانستان جو ہمارا اسلامی برادر ملک ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارا پڑوسی ہے لہٰذا یہ اقدام غیرت وحمیت کے تقاضوں کے بھی سراسر منافی ہے۔ (3) افغانستان وہ اسلامی ملک ہے جہاں شریعت نافذ ہے اور افغانستان پر حملہ کرنے والے صلیبی جنگ کا اعلان چکے ہیں۔ اُن کا اوّلین مقصد اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانا ہے۔ لہٰذا اس جنگ میں امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کا ساتھ دینا درحقیقت اللہ اور اس کے رسولؐ سے بھی غداری ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کی ان باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا تھا لہٰذا امریکہ جو کرنا چاہتا تھا اُس نے ویسا ہی کیا اور

> **پڑوسی اسلامی ملک افغانستان کے خلاف امریکا کی مدد کرنا ایک بھیانک غلطی تھی۔**

حکومتِ پاکستان نے امریکہ کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس فیصلے کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں۔ اُس وقت کے بعد سے ہم مسلسل اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے کہا تھا کہ پرویز مشرف جن فوائد کا امریکہ سے لینے کا ذکر کر رہا ہے یہ تمام کی تمام باتیں سراب ہیں اور ہمیں اپنے اس فیصلے پر خطرناک نتائج بھگتنے ہوں گے۔ مثلاً ہماری معیشت کو استحکام حاصل ہو جائے گا، اسی طرح کشمیر کاز کو مزید تقویت ملے گی، ہماری ملکی سلامتی نا صرف محفوظ ہو جائے گی بلکہ ہمارے ایٹمی اثاثے بھی محفوظ رہیں گے۔ اگر آپ حالات حاضرہ کا ملاحظہ کریں تو بظاہر آج ہم امریکہ کے صف اوّل کے اتحادی گنے جاتے ہیں مگر ہم صحیح معنوں میں امریکہ کی غلامی کر رہے ہیں۔ ایک مزدور کی طرح امریکہ کی نوکری کر رہے ہیں اور اُس نوکری کا ہم معاوضہ لے رہے ہیں۔ امریکہ ہماری پیش کردہ خدمات کے بدلے میں ہمیں خطیر معاوضہ ادا کرتا ہے اور ہمیں ساتھ ساتھ ذلیل بھی کرتا ہے کہ فلاں معاملے میں ہم نے اپنی بات پوری نہیں کی ہے، لہٰذا Do More کا مسلسل تقاضا امریکہ کی جانب سے آتا ہے۔ اگر اسلامی لحاظ سے ہی دیکھا جائے تو کچھ دنوں پہلے 50 مفتی حضرات نے اخبارات میں ایک فتویٰ دیا تھا کہ نیٹو سپلائی کی بحالی یا اس معاملے میں کسی بھی قسم کی مدد غیر شرعی اور حرام ہے۔ لہٰذا اب جو نیٹو سپلائی کو کھولنے کی باتیں ہو رہی ہیں وہ درحقیقت پیٹ کا مسئلہ ہے۔ ہمارے وزیر خزانہ کا یہ بیان کہ امریکہ کی مدد بغیر ہم اپنے آئندہ سال کا بجٹ ہی نہیں بنا سکتے ہیں، یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

ہم نے دل کے بجائے پیٹ کو ترجیح دی ہے اور غلامی کو قبول کیا ہے عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ ہم نے احتجاج بھی کیا ہے اور امریکہ کی جانب سے معذرت نامہ بھی وصول ہو گیا ہے جبکہ بعد میں پتہ چلتا ہے کہ یہ تمام جھوٹ کا پلندہ ہے۔ درحقیقت ہم نے اپنے موت کے پروانے پر دستخط بہت پہلے ہی کر دیے تھے۔ مجھے رسول پاک ﷺ کی وہ حدیث بھی اس موقع پر یاد آ رہی ہے جس میں آپؐ نے آخری زمانے میں دجالی فتنہ کا جو ذکر فرمایا تھا کہ رزق کے تمام وسائل دجال کے ہاتھ میں ہوں گے لہٰذا موجودہ حالات کے تناظر میں امریکہ کا یہ کہنا کہ میری بات مانو پھر میں تمہیں دو لقمے دوں گا، یہ معاملہ بالکل آپؐ کے ارشادِ گرامی کے عین مطابق ہے۔ ہم نے حقیقت میں امریکہ کو بڑا جانا ہے اُسی پر ہم بھروسا کرتے ہیں لہٰذا ہماری گزر اوقات کے لیے وہ دو لقمے دے دیتا ہے تاکہ ہماری سانسیں چلتی رہیں۔ اسی طرح ایک موقع پر اسی دجالی فتنہ کے حوالے سے آپؐ نے ایک اور بات فرمائی تھی اگرچہ اُس میں آپؐ نے امثالی طریقہ اختیار کیا ہے کہ دجال کے ایک ہاتھ میں پانی ہو گا اور ایک ہاتھ میں آگ ہو گی۔ پانی تمثیلی انداز میں خوشحالی، اطمینان اور خوشی ہے جبکہ آگ اُس کے مقابلے بدحالی، بے اطمینانی وغیرہ ہے۔ مگر حضور اکرمؐ نے اس پر مزید فرمایا ہے کہ دجال کے ہاتھ میں جو پانی ہو گا وہ درحقیقت آگ ہے اور جو آگ ہے وہ درحقیقت پانی ہو گا۔ لہٰذا جو پانی قبول کرے گا وہ دنیا میں بھی برے انجام کو پہنچے گا جبکہ آخرت میں تو اُس کا انتہائی بُرا ٹھکانا ہے اور اُس کے دوسرے ہاتھ میں جو آگ ہے وہ

حقیقت میں آزمائش ہے جو اُس وقت استقامت کا مظاہرہ کرے گا اُس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی اور وہ اُسے آخرت میں جنت تک پہنچائے گی۔ لہٰذا آج کے دجال نے ہمیں پانی دکھایا جیسا کہ مشرف نے کہا تھا کہ امریکہ کی افغانستان کے خلاف مدد کے نتیجہ میں پاکستان کے اندر نا صرف معاشی خوشحالی آئے گی بلکہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کی حیثیت مضبوط ہوگی۔ اسی طرح ملکی سلامتی کے ساتھ ساتھ ہمارے ایٹمی اثاثے بھی محفوظ ہوں گے۔ لیکن آج انہی کی حفاظت ہمارا سب سے بڑا قومی مسئلہ ہے، جبکہ سب کچھ ہم پہلے ہی گنوا بیٹھے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث مبارکہ کے حوالے سے یہ تمام باتیں سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ جن لوگوں کو اُس دجال نے آگ دکھائی تھی یعنی طالبانِ افغانستان کو آج ہم سب پر یہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے کہ ان طالبانِ افغانستان کی آج تمام دنیا میں عزت ہے۔ طالبانِ افغانستان کا آج تک یہی کہنا ہے کہ ہم درحقیقت اللہ کو بڑا مانتے ہیں لہٰذا ہماری نظر میں اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں امریکہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ امریکہ یہی سمجھتا تھا کہ ان نہتے طالبان کا صفحۂ ہستی سے صفایا کرنے میں چند گھنٹے یا کچھ دن لگیں گے۔ مگر آج گیارہ سال بعد امریکہ اور تمام دنیا چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی ہے کہ امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کو اُن نہتے طالبان کے ہاتھوں شکست فاش ہوئی ہے۔ نہ صرف شکست فاش بلکہ ذلت و رسوائی بھی امریکہ اور اُس کے اتحادیوں کے حصہ میں آئی ہے۔ عالمی میڈیا نے تو امریکہ کی طالبان کے ساتھ مذاکرات میں بھی بدترین شکست کو تسلیم کیا ہے۔

سوال: امریکیوں کا یہ کہنا کہ افغانستان میں پاکستان کی دوغلی پالیسی کے سبب امریکہ کو افغانستان میں مشکلات کا سامنا ہے۔ اس حوالے سے آپ کی کیا رائے ہے؟

حافظ عاکف سعید : درحقیقت امریکہ اپنی ناکامیوں کا ملبہ پاکستان پر ڈالنا چاہتا ہے کیونکہ امریکہ کبھی بھی یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ طالبان کے ساتھ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہے اور امریکہ اللہ تعالیٰ سے نہیں لڑ سکتا۔ درحقیقت امریکہ کا افغانستان میں اصل مقصد اسلامی نظام کو ختم کرنے کے بعد وہاں موجود اُن عرب مجاہدین کا خاتمہ کرنا تھا جن سے اسرائیل کو خطرہ ہے۔ وجوہات اور بھی ہیں مگر سب سے بڑی وجہ عرب مجاہدین کا خاتمہ ہے۔ اس سلسلے میں امریکہ نے سب سے پہلے القاعدہ اور عرب مجاہدین کے خلاف اپنی کارروائی کا آغاز کیا تھا اور مشرف نے اس تمام ڈرامے میں سو فیصد امریکہ کا ساتھ دیا تھا بلکہ مشرف کا یہ بیان آن دی ریکارڈ ہے کہ عرب مجاہدین کے بدلے ہم نے لاکھوں ڈالر وصول کیے ہیں۔ اُس کے بعد دوسرا معاملہ طالبان کا آتا ہے۔ آج تک امریکہ طالبان کے حوالے سے یہ ثابت ہی نہیں کر سکا ہے کہ طالبان کو کسی بھی قسم کی پاکستانی افواج کی جانب سے کوئی مدد ملی ہے اور نہ ہی امریکہ آئندہ بھی یہ ثابت کر سکتا ہے۔ دوسری طرف ہماری حکومت یا فوج نے طالبان کے مقابلے میں امریکہ کی محض چند باتیں ماننے سے جزوی انکار کیا ہے۔ یعنی طالبان کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں ہونے دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پاکستان جانتا ہے اگر افغانستان میں شمالی اتحاد یا امریکہ نے اپنے پنجے جما لیے تو بھارت کو وہاں اپنی پوزیشن کو مضبوط کرنے میں بڑی آسانی ہو جائے گی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ طالبان کے دورِ حکومت میں پاکستان کی مغربی سرحد بالکل محفوظ تھی اور اب جبکہ امریکہ کی جانب سے طالبان کے معاملے میں بھی Do more کے تقاضے آ رہے ہیں کہ طالبان کا مکمل صفایا کیا جائے مگر ہم ایسا نہیں کر رہے ہیں۔ یعنی طالبان کے معاملے میں 70 سے 80 فیصد ہم امریکہ کا کہا مان رہے ہیں اور 20 فیصد نہیں مان رہے، اس معنی میں امریکہ ہمارے خلاف دوغلہ پن جیسے الفاظ استعمال کر رہا ہے۔

سوال: وہ دینی قوتیں یا سیاسی پارٹیاں جو پہلے یہ کہہ رہی تھیں کہ اگر نیٹو سپلائی کو بحال کیا گیا تو ہم پارلیمنٹ کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ ہماری لاشوں سے گزر کر نیٹو سپلائی بحال ہوگی۔ اگرچہ نیٹو سپلائی کی بحالی کا اُصولی فیصلہ تو ہو چکا ہے اور نیٹو کنٹینرز بھی کراچی پورٹ پر پہنچ چکے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہماری دینی اور سیاسی پارٹیاں کسی بھی قسم کی کوئی مزاحمت کر سکیں گی؟

حافظ عاکف سعید: میرے خیال میں یہ ان تمام پارٹیوں کے لیے ایک بڑا امتحان ہے۔ اگرچہ یہ دینی و سیاسی قوتیں اچھی نیت کے ساتھ اُٹھی تھیں کیونکہ صاف نظر آ رہا ہے کہ خدانخواستہ پاکستان ڈوب رہا ہے۔ ایسی صورت میں بچاؤ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہمیں فوراً امریکہ کی غلامی سے نکلنا ہوگا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے میں ان جماعتوں کو کامیابی عطا فرمائے۔ اُصولی بات یہ ہے کہ پاکستان کا دفاع حقیقی معنوں میں اُس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل نہیں کریں گے اور اُن تقاضوں کو پورا نہ کریں گے جو اللہ تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ یعنی امریکہ کے مقابلے میں ہمیں اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑنا ہوگا۔ اسی وحدہٗ لاشریک جیسی بڑی قوت کا سہارا ہمیں ملے گا تو ہم پاکستان کا دفاع کر سکیں گے۔

☆☆☆

قارئین اس پروگرام کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی آفیشل ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر خلافت فورم کے عنوان سے اور
Youtube.com/khilfatforum
پر دیکھی جا سکتی ہے۔

معمارِ پاکستان نے فرمایا:

''ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا ہمہ گیر ضابطۂ حیات ہے۔ مذہبی، سماجی، شہری، کاروباری، فوجی، عدالتی، تعزیری اور قانونی ضابطۂ حیات جو مذہبی تقریبات سے لے کر روزمرہ زندگی کے معاملات تک، رُوح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، تمام افراد سے لے کر ایک فرد کے حقوق تک، اخلاق سے لے کر جرم تک، اس دنیا میں جزا اور سزا سے لے کر اگلے جہاں کی سزا و جزا تک کی حد بندی کرتا ہے۔''

(اجلاس مسلم لیگ، کراچی 1943ء)

بقیہ: عالمی فسادی کون؟

دوسرے کے دوست ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کو اپنا دوست و رفیق بنائے گا تو اس کا شمار بھی پھر انہی میں ہے۔ یقیناً اللہ ظالموں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ انہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں، ہمیں ڈر لگتا ہے کہ کہیں ہم کسی مصیبت کے چکر میں نہ پھنس جائیں۔۔۔'' (سورۃ المائدۃ: 52,51) اس وقت امریکہ کے ساتھ دوستی کا مطلب امریکہ کے جرائم میں شریک ہونا ہے کیونکہ وہ مسلسل مسلمانوں کے خلاف مظالم کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے۔ لمحۂ فکریہ ہے کہ جن کے ذمہ پورے عالم کی اصلاح کا فریضہ ہے وہ ایک عالمی فسادی طاقت کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔

فاعتبروا یااولی الابصار۔

zamirakhtarkhan@yahoo.com

''دفاعِ پاکستان! مگر کیسے؟''

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیراہتمام منعقدہ سیمینار کی رپورٹ

رپورٹ: عبدالرؤف

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی کے زیراہتمام 13 مئی 2012ء صبح 10 بجے ہالیڈے اِن ہوٹل اسلام آباد میں ''دفاع پاکستان! مگر کیسے؟'' کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کی زیر صدارت سیمینار منعقد ہوا۔ سیمینار سے ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر بشیرالدین محمود، سابق چیرمین نیب جنرل (ر) شاہد عزیز، نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب خالد محمود عباسی اور معروف وکیل جناب حشمت حبیب نے خطاب کیا۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن پاک سے ہوا۔ تلاوت اور متعلقہ آیات کے ترجمہ کی سعادت قاری محمد ندیم صاحب نے حاصل کی۔

خالد محمود عباسی — نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

اس کے بعد نائب ناظمِ اعلیٰ تنظیم اسلامی پاکستان خالد محمود عباسی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کے اصول حریت، اخوت و مساوات کو عملی سطح پر دنیا میں پیش کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے پہلے بھی ایک امت مسلمہ گزر چکی ہے جس کو اللہ نے دو دفعہ عروج عطا فرمایا لیکن ان کی نافرمانی کی وجہ سے دو دفعہ سزا بھی ملی اور بعد ازاں راندۂ درگاہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد امت مسلمہ کو ان کی جگہ برپا کیا گیا۔ پاکستان کا قیام بھی چونکہ غلبۂ اسلام کے لیے عمل میں آیا تھا اس لیے اسلام کے مخالفین کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ پاکستان مستحکم ہو لیکن جس طرح پاکستان کا قیام ایک بہت بڑا معجزہ ہے اسی طرح اس کے وجود کا یہود و ہنود کی تمام کوششوں کے باوجود باقی رہنا بھی کسی معجزے سے کم نہیں۔ پاکستان بننے کے بعد بھی ہندو دشمنی ختم نہیں ہوئی اور وہ تو چاہتے ہیں کہ ہم پاکستان کو ختم کر کے دم لیں، لیکن ان کی انتہا پسندی کسی کو نظر نہیں آتی جبکہ مسلمان کو ساری دنیا انتہا پسند کہتی ہے۔ لہٰذا پاکستان کے دفاع کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس سے لاتعلق ہو کر نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ ہمارے تو وجود کو خطرہ لاحق ہے اور بچاؤ کا حقیقی راستہ یہی ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنا ٹوٹا ہوا تعلق بحال کیا جائے۔

حشمت حبیب — ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

حشمت حبیب ایڈووکیٹ نے اپنے خطاب میں کہا کہ دفاع پاکستان کا کام نہ صرف 18 کروڑ عوام بلکہ فوج کے جیالوں، علماء کرام اور ہر سوچنے سمجھنے والے انسان کو کرنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ آئین پاکستان میں تمام سیاسی عہدیداروں اور افواج کے آفیسرز کے حلف میں یہ بات شامل ہے کہ ہم پاکستان کا دفاع کریں گے لیکن آئین میں یہ شق ہونے کے باوجود اور فوج کے کہنے کے باجود کہ ہم ڈرون حملوں کا دفاع کر سکتے ہیں لیکن سیاسی قیادت اجازت نہیں دیتی اس بنا پر آئین کی رو سے اگر کوئی ڈرون حملوں کا دفاع نہیں کرتا تو وہ ملک کا غدار ہے۔ پاکستان کے موجودہ آئین میں ایک بہت بڑی سازش یہ ہے کہ صدر پاکستان کا حلف اگر سپیکر اسمبلی یا چیرمین سینٹ قائم مقام کے طور پر اٹھائے تو اس شکل میں کوئی قادیانی بھی صدر بن سکتا ہے۔ جس پر ہمیں مل کر آواز اٹھانی چاہیے۔

ڈاکٹر سلطان بشیر — ایٹمی سائنسدان

ایٹمی سائنسدان محترم ڈاکٹر سلطان بشیر محمود نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دفاع پاکستان کا موضوع بہت حساس ہے۔ اس کے لیے بہترین پلیٹ فارم مساجد اور مدارس ہیں۔ اس وقت پاکستان میں دس لاکھ مساجد ہیں۔ علماء کرام اور دانشور حضرات اگر مساجد کی قوت کو بحال کریں تو بہت بڑی تبدیلی لائی جاسکتی ہے۔ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی امریکہ اور دیگر ممالک نے ہمیشہ مخالفت کی ہے لیکن ہمیں ہر طرح کی مخالفت کے باوجود ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ لیکن پاکستان کے دفاع سے مراد صرف سرحدوں کا دفاع نہیں بلکہ نظریاتی دفاع کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ پاکستان لا الہٰ الا اللہ کے نظریہ پر بنا تھا۔ اب اسی نظریہ کو دوبارہ زندہ کرنا ہوگا کیونکہ پاکستان کے تمام دشمن لا الہ الا اللہ سے ڈرتے ہیں جس کے لئے تعلیم کے میدان میں بہت زیادہ کام کرنا ہوگا۔ مسجد کے ساتھ تعلق مضبوط بنا کر ہی معاشرہ کو اسلامی بنایا جا سکتا ہے۔ دفاع پاکستان کے ضمن میں نبی اکرم ﷺ کے دفاع مدینہ کے پروگرام میں اس اعتبار سے بہت بڑی راہنمائی ہے کہ آپ ﷺ نے مدینہ جانے سے پہلے صحابہؓ کو قرآن کی تعلیم کے لیے بھیج دیا۔ جس کے نتیجہ میں انصار مدینہ کی بہت بڑی تعداد اسلام میں داخل ہوئی اور پھر مدینہ ہجرت کے بعد مسجد نبوی ﷺ کو آباد کر کے تعلیم اور دفاع کے لئے ٹریننگ کا انتظام شروع کر دیا۔ ہمارا اس وقت سب سے بڑا مسئلہ قرضہ جات کی واپسی کا ہے جس کے لیے ہمیں بچت کرنی ہوگی۔ جس کے لیے سادگی اپنانا ضروری ہے

اسلام آباد ہوٹل میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر سلطان بشیر محمود ''دفاعِ پاکستان! مگر کیسے؟'' کے موضوع پر اظہارِ خیال کر رہے ہیں۔ خالد محمود عباسی اور جنرل (ر) شاہد عزیز سٹیج پر تشریف فرما ہیں

جو ہمارے مذہب کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے۔اس کے علاوہ کرپشن کے خلاف ہمیں عملی طور پر بھی میدان میں آنا ہوگا اور دفاع پاکستان کے لیے مختلف گروپس کی شکل میں حکمت عملی طے کرنی ہوگی۔

جنرل(ر) شاہد عزیز — سابق چیئرمین نیب

جنرل (ر) شاہد عزیز نے کہا کہ قومی سطح پر ذہنی لاچاری آج اس ملک کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ جو قوم اپنی حالت کو اپنی ذمہ داری نہیں سمجھتی اس کی حالت کیسے بدلے گی؟ اسی لیے ہم اس انجام تک پہنچے ہیں۔ ہم بجلی کی لوڈشیڈنگ، مہنگائی اور بے روزگاری کے خلاف تو باہر نکل آتے ہیں۔لیکن پاکستان کے دفاع کے لیے باہر نکلنے پر تیار نہیں۔تبدیلی اسی وقت آتی ہے جب عوام باہر نکلتے ہیں۔ پاکستان کا قیام بھی غریب عوام کے ذریعہ عمل میں آیا تھا اب بھی عوام کے ذریعہ ہی تبدیلی آئی گی لیکن مخلص قیادت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ہماری دینی جماعتوں میں بہت سے مخلص اور ذہین لوگ موجود ہیں جو تبدیلی کا باعث بن سکتے ہیں۔ایسے لوگوں سے میری بہت سی امیدیں وابستہ ہیں۔ دوسرا خطرہ ہمارا مفلوج سیاسی نظام ہے۔ جس میں صرف چہرے بدلے جاتے ہیں۔سیاستدان پیشہ ور لوگ ہیں جو صرف اپنے ذاتی مفاد اور پیسے کے لیے سیاست کرتے ہیں۔ انہیں کے ہاتھوں پارٹی کے مفاد میں جرم اور ظلم پلتے ہیں۔تھانے اور کچہری میں انصاف بکتا ہے۔ حکمران چاہے فوجی ہوں یا سیاستدان دونوں نے ملک کو نقصان ہی پہنچایا کیونکہ اس نظام کی بنیاد ہی ذاتی مفاد کرپشن اور بد دیانتی پر قائم ہے۔

تیسرا خطرہ افغانستان کے خلاف ہمارا امریکہ سے گٹھ جوڑ ہے۔اسی لیے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت پاکستان میں دہشت گردی پھیلائی گئی تا کہ ہم امریکہ کی جنگ کا حصہ بن سکیں۔اور جہاد کے خلاف پروپیگنڈا کے لیے ہر طریقہ آزمایا گیا۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ 12 سال سے امریکہ کے قدم چاٹتے ہوئے چل رہے ہیں لیکن ترقی کے بجائے تنزل میں بہتری آتی جا رہی ہے۔ یہ اسلام کو چھوڑ کر امریکہ کا ساتھ دینے کی نقد سزا ہے جو مل رہی ہے۔ آج پاکستان کی سالمیت کے لیے یہ آخری اور سب سے بڑا خطرہ ہے۔ جب تک امریکہ کا ساتھ چھوڑ کر اللہ سے اپنا تعلق نہیں جوڑتے، انتہا پسندی ختم نہیں ہوسکتی۔لیکن اس کے لیے ہمیں ایک بہت بڑا یو ٹرن لینا ہوگا۔ تا کہ آنے والے بہت بڑے عذاب سے بچ سکیں۔

جناب حافظ عاکف سعید — امیر تنظیم اسلامی

آخر میں امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دفاع پاکستان کے حوالے سے سب سے پہلا سوال یہ کہ آج دفاع پاکستان کا سوال اٹھ کیوں رہا ہے؟ ہم جس بڑی طاقت یعنی امریکہ پر تکیہ کیے ہوئے ہیں وہ ابلیس کی آلہ کار ہے اور ابلیسی قوتیں کبھی بھی اسلام کا روشن چہرہ سامنے نہیں آنے دینا چاہیں گی۔اس لیے اب اس کا ٹارگٹ افغانستان میں شکست کے بعد بلوچستان ہے۔

دوسرا سوال ہے کہ دفاع پاکستان کو شدید خطرات کیوں لاحق ہیں؟ کیا ہم کمزور ہیں یا ہماری آبادی کم ہے۔ ذہانت کم ہے۔فوجی طاقت نہیں یا ایٹمی قوت حاصل نہیں ہے۔ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں اور پاکستان ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اس لیے ہمارا معاملہ دوسری اقوام سے مختلف ہے۔لیکن 65 سال سے اسلام کے نام پر لیے جانا والے ملک میں ہم اسلام کا نفاذ نہیں کر سکے۔جس کے نتیجے میں ہماری دفاعی اور نظریاتی سرحدیں کمزور ہو چکی ہیں۔جس کا علاج صرف یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کیا جائے۔ اگر یہ تعلق مضبوط ہوگا تو قرآن میں ہمارے ساتھ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے مومن بندوں کا دفاع کرتا ہے لیکن ساتھ ہی فرما دیا کہ اللہ ناشکرے اور خائن لوگوں سے محبت نہیں کرتا۔ ہمارے ساتھ اللہ کی مدد کیسے آئے گی جبکہ ہم مجموعی طور پر بدترین خیانت میں مبتلا ہیں جس کا سب سے بڑا اظہار ان الفاظ میں ہوتا ہے کہ پاکستان تو اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں تھا۔ امریکہ کا ساتھ دینے کے نتیجے میں آج ہم پستی کے کس مقام پر کھڑے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف طالبان افغانستان نے تمام دنیا اور امریکہ کی مخالفت مول لے کر اللہ سے اپنا تعلق جوڑا تو ان کے پاس اللہ کی مدد لازماً آئی۔ کیونکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اور اللہ لازماً مدد کرے گا ان کی جو اللہ کی مدد کریں گے یعنی اس کے دین کے لیے اپنے آپ کو لگا اور کھپا دیں۔اس لیے کہ زمین اللہ کی ہے اور اس پر اسی کا عطا کردہ نظام زندگی غالب ہونا چاہیے۔اگر ہم نے پاکستان اللہ کے نام پر بنایا تو پھر اس پر اس کا قانون کیوں نافذ نہیں کیا اسی کی سزا آج ہمیں مل رہی ہے۔ اس سے بھی بڑا جرم یہ کہ آج ہم طاغوتی اور دجالی قوتوں کے اتحادی اور آلۂ کار بن کر جس طرح کام کر رہے ہیں اس سے بڑھ کر اللہ اور اس کے دین کے ساتھ غداری کیا ہوسکتی ہے تو اس غداری کی سزا مل کر رہے گی۔

حاصل کلام یہ کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا جسے اسلام کا قلعہ اور روشنی کا مینار ہونا چاہیے تھا لیکن یہ دین سے بیوفائی اور غداری کی وجہ سے برائی اور بے حیائی کا سمبل بن چکا ہے جس کا اصل حل یہی ہے کہ دین کے ساتھ انفرادی واجتماعی سطح پر تعلق قائم کر کے اس ملک میں اس کے غلبہ کی جدوجہد کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق یہ دین قیامت سے پہلے کل روئے ارضی پر غالب ہوگا۔اس لیے اس کے غلبہ کی جدوجہد کا آغاز اگر پاکستان سے کر دیا جائے تو ہم ذلت وخواری سے بھی بچ سکیں گے اور دین کے عالمی غلبہ کی جدوجہد میں لگنے کے بعد قرآن کی رو سے لازماً ہمیں اللہ کی تائید حاصل ہوگی۔

پروگرام کے آخر میں امیر محترم نے دعا کروائی جس کے بعد ناظم حلقہ پنجاب شمالی راجہ محمد اصغر نے تمام حاضرین اور مہمانانِ گرامی کا شکریہ ادا کیا۔اس پروگرام میں کم وبیش 900 رفقاء واحباب اور خواتین نے شرکت کی۔

ضرورت رشتہ

☆ گوجرانوالہ کے رہائشی راجپوت فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ایف اے، ڈینٹل ٹیکنیشن کورس، حافظ قرآن، ذاتی کاروبار کے لیے گوجرانوالہ اور گردونواح سے، دینی گھرانے کی خوبسیرت وخوبصورت، پابند صوم وصلوٰۃ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0308-6865070, 0321-6496609

☆ جٹ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 26 سال، تعلیم ایم ایس سی الیکٹریکل انجینئر، برسرروزگار آسٹریلیا کے لیے ڈاکٹر، انجینئر، ایم بی اے فنانس، خوب سیرت وصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

والدین رابطہ کریں: 0301-6621574

☆ ریٹائرڈ بنک آفیسر جن کی بیوی فوت ہو چکی ہے، بچوں سے فارغ، مذہبی رجحان کے حامل کو بیوہ، بانجھ، 40/45 سالہ خودمختار خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ مخلص وحقیقی ساتھی کے متلاشی رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0321-4334802, 0332-4920599

Reconstruction of Religious Thought in Islam." Therein he sought to reconcile the carrying out of modern reforms, as in Turkey, with the claims of the Shari'at. The lectures went to show "that soundness and exactitude of historical judgment were not his special endowment. The fact was that in maturity as in youth he sought to reconcile the most recent of Western philosophical systems, into which he gathered the latest scientific conclusions, with the teaching of the Koran. Like his earlier work the book was marked by penetrating and noble thought, though the connexion of his argument was somewhat obscure.

He was knighted in 1923, and the Punjab University made him an honorary D.Litt. in 1933. He was elected Rhodes Memorial Lecturer at Oxford University for 1935. For a long time he had been in indifferent health, and he became increasingly dreamy and mystical.

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

"قرآن اکیڈمی گلشن سحر قاسم آباد حیدر آباد" میں

نقباء و امراء تربیتی و مشاورتی اجتماع

8تا10 جون 2012ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار ظہر تک)

زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں

برائے رابطہ: 0333-2717617, 022-2652887

"قرآن اکیڈمی یاسین آباد کراچی" میں

مدرسین ریفریشر کورس

15تا17 جون 2012ء (بروز جمعۃ المبارک نماز عصر تا بروز اتوار ظہر تک)

زیادہ سے زیادہ مدرسین اس میں شامل ہوں

اور

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

9تا15 جون 2012ء (بروز ہفتہ نماز عصر تا بروز جمعۃ المبارک 12 بجے تک)

برائے رابطہ: 0321-3205208, 0345-2789591, 021-36311223

زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

(042) 36316638-363666638

0333-4311226

Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran Lahore has arranged a

SUMMER CAMP

for Religious and Moral Education and Training of students of class 8 to Intermediate

The course includes:

- Study of a selected portion of the Glorious Quran.
- Study of a selected portion of Prophetic Hadith.
- A comprehensive study and application of Islamic way of life (workshop)
- An introduction to Seerah and Islamic history.
- Contemporary issues relating to Muslim Youth.
- Co-Curricular activities.

Duration: June 05 to July 13, 2012 (in sha Allah)

Timings: 8:30 am till 11 am

Venue: Quran Academy, 36-K, Model Town, Lahore.

Registration till 4th June, 2012

For further details, please contact:
Islamic Research and Training Section
Markazi Anjuman Khuddam-ul-Quran, Lahore.
36-K, Model Town, Lahore. Ph: 042-35869501-03
Shahram Iqbal: 0321-4406582

النصر لیب An ISO 9001:2008 QMS Certified Lab.

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکو کارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور Digital Dental (OPG) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

خواتین کے لیے لیڈی الٹراسونولوجسٹ کی سہولت مہیا کردی گئی ہے۔

خصوصی پیشکش

مکمل میڈیکل چیک اپ

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3500 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔ نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

950-B فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور

Ph:3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax:3 516 21 85

Mob:0300-8400944, 0301-8413933 E-mail:info@alnasarlab.com

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز

جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 45 روپے، عام: 25 روپے

SIR MUHAMMAD IQBAL

THE POET OF ISLAM

The Times, London, Friday 22 April 1938

Sir Muhammad Iqbal, of Lahore, whose death at the age of 62 is announced by a Reuter message from Lahore, was the greatest Urdu and Persian poet of his day, and his reputation in the West might have been comparable to that of his great Indian contemporary Tagore. The translations of his work into English been more frequent. He exercised an enormous influence on Islamic thought, and was an eloquent supporter of the rights and interests of his fellow Indian Muslims.

Iqbal was greatly influenced as a student at Lahore University by that ripe Islamic scholar Sir Thomas Arnold, and for seven years he was Professor of Philosophy at the Government College Lahore.

He went to Cambridge in 1905 and read Western philosophy at Trinity College, under the direction of the late Dr. McTaggart, for the Philosophical Tripos, in which he obtained his degree by research work. In J908 he was called to the Bar by Lincoln's Inn and did some practice in Lahore. The Munich University conferred on him the Ph.D. for a dissertation on the development of metaphysics in Persia. He developed a philosophy of his own, which owed much to Nietzsche and Bergson, while his poetry often reminded the reader of Shelley. The Asrar-i-Khudi ("Secrets of the Self"), published in Lahore in 1915, while giving no systematic account of his philosophy, put his ideas in a popular and attractive form. Professor R. A. Nicholson, of Cambridge, was so impressed by it that he obtained the leave of the poet to translate it into English, and the rendering was published in 1920.

Western readers found him to be an apostle. if not to his own age, then to posterity, and after the Persian fashion he invoked the Saki to fill his cup with wine and pour moonbeams into the dark night of his thought. He was an Islamic enthusiast, inspired by the vision of a New Mecca, a world-wide, theocratic, Utopian State in which all Muslims, no longer divided by the barriers of race and country, should he one. His ideal was a free and independent Moslem fraternity, having the Ka'aba as its centre and knit together by love of Allah and devotion to the Prophet. In his Rumuz-e-Bekhudi ("The Mysteries of Selflessness ") (1916) he dealt with the life of the Islamic community on those lines, and he allied the cry "Back to the Koran" with the revolutionary force of Western philosophy, which he hoped and believed would vitalize the movement and ensure its triumph. He, felt that Hindu intellectualism and Islamic pantheism had destroyed the capacity for action based on scientific observation and interpretation of phenomena which distinguished the Western peoples and "especially the English". But he was severely critical of Western life and thought on the ground of its materialism. Holding that the full development of the individual presupposes a society, he found the ideal society in what he considered to be the Prophet's conception of Islam. In 1923 he published Piyam-i-Mashriq ("The Message of the East") and addressed the modern world at large in reply to Goethe's homage to the genius of the East. Two years later came Bang-i-Dira ("The Call to March"), a collection of his Urdu poems written during the first 20 years of the century. This was followed by a new Persian volume of which the title stood for "Songs of a Modern David."

A poet with his gifts and his theme could not fail to influence thought in India so politically minded as that of our day. He took some part in provincial politics being a member of the Punjab Legislature in 1925-28. He was on the British Indian delegation to the second session of the Round Table Conference in London in 1931. His authority was cited, not without some justification, for a theory of Islamic political solidarity in Northern India which might conceivably be extended to adjacent Moslem States. In 1930 he publicly advocated the formation of a North-West Indian Moslem State by the merging of the Moslem Provinces within the proposed All-India Federation. But his real interests were religious rather than political. A notable work published in 1934 reproduced a series of lectures by the poet on “The